مقامِ سیّدنا حسین علیہ السلام
اور
کردارِ یزید
تالیف
انعام الحق قادری
زاویہ پبلشرز
C-8 داتا دربار مارکیٹ، لاہور

تالیف:
انعام الحق قادری

8-C داتا دربار مارکیٹ ۔ لاہور
Voice:042-37300642 - 042-37112954
Mobile:0300-4505466(Zong)
E-mail:zaviapublishers@gmail.com
zaviashop@gmail.com
Website:www.zaviapublishers.com

2018ء

بار اول..................1000

ہدیہ..................

ناشر..................نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل دکان نمبر 2
دربار مارکیٹ ۔ لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز14انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی	021-32212011
صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور	0321-4771504
مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ گلزار بدیع چھوٹی گٹی حیدرآباد	0316-3663938
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ رحیمیہ اردو بازار کراچی	021-32744994
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ فیضان زم زم آفندی ٹاؤن 'فیضان مدینہ حیدر آباد	0313-4812626
مکتہ یا سخی سلطان چھوٹی گھٹی حیدر آباد	0313-3585615

فہرست

***

انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو قطب ربانی شہبازِ لامکانی سرتاج اولیاء خلافتِ باطنہ کے امام وھادی وارث محبوب سبحانی قبلہ و کعبہ حضرت پیر سید عالم شاہ صاحب گیلانی ؒ (نانا جان قبلہ حضور مفکر اسلام) و اس ہستی کے نام کہ جنہوں نے اس گنہگار کو آج اپنی سالہا سال سے جاری ظاہری و باطنی توجہات سے یہاں تک پہنچایا۔ میری مراد میرے مرشد کامل، علم و معرفت کے بحر بیکراں، شہزادہ غوث الوری، مفکر اسلام، مفسر قرآن ڈاکٹر پیر سید **عبدالقادر** شاہ صاحب جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔ اور پھر مرشد کامل کے سجادہ نشین حضرت پیر سید **علی امام** شاہ صاحب جیلانی کے نام۔ ان پاک ہستیوں کی بارگاہ میں عاجز تو بس اتنا ہی عرض گزار ہے۔ کہ:

خش خش جنہاں قدر نہیں میرا میرے صاحب نوں وڈیایاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑایا سائیاں

***

منقبت

از

جگر گوشہ وارثِ فیضان مجدد گولڑہ پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت پیر سید مہر فریدالحق مہر شاہ صاحب گیلانی مدظلہ العالی زیب آستانہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

ابن زھراؓ، کربلا کی خاک پر سجدے میں ہے — ظلمتوں کے درمیاں نورِ سحر سجدے میں ہے

سیدلولاکؐ کا لختِ جگر سجدے میں ہے — حیدرِ کرارؓ کا نور نظر سجدے میں ہے

جادۂ مہرِ ووفا کا رہبر سجدے میں ہے — حق ادا وحق نما وحق نگر سجدے میں ہے

اللہ اللہ ! یہ عبادت، یہ ادائے بندگی — نورِ عینِ فاطمہ علیہا السلام باچشم تر سجدے میں ہے

دشمنِ آلِ محمدؐ اے عدوئے دین حق — راکبِ دوشِ محمدؐ، ہوش کر سجدے میں ہے

ہے صدائے ''ارجعی'' کرب وبلا کی دشت میں — ''راضیہ'' کے لفظ کی شرح وخبر سجدے میں ہے

راحتِ قلبِ محمدؐ ثانی شیرِ خدا — گرچہ مقتل میں ہے لیکن بے خطر سجدے میں ہے

برسرنوکِ سناں، قرآں کے قاری نے کہا — منزلِ عشق خدا کی راہ گزار سجدے میں ہے

جو بنائے لا الٰہ ہے، وارثِ علم علیؓ — بحرِ معنیٰ کا وہ اِک یکتا گوہر سجدے میں ہے

جان کر حق کی حقیقت حرؒ یہ بولا یا حسینؓ — میرا سجدہ بھی اُدھر اب تو جدھر سجدے میں ہے

مہرؔ، ہوں اس پیکرِ صبر و رضا پر سب سلام — جو لٹا کر راہِ حق میں گھر کا گھر سجدے میں ہے

☆☆☆

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

جگر گوشہ وارثِ فیضان مجدد گولڑہ پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت پیر سید مہر فرید الحق مہر شاہ صاحب گیلانی مدظلہ العالی زیب آستانہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

محترم جناب علامہ انعام الحق قادری کی تالیف: مقامِ امام حسین علیہ السلام اور کردارِ یزید کا مسودہ موصول ہوا۔ مصروفیت کی وجہ سے بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں ہو سکا البتہ بعض مقامات دیکھنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے وقت کے ایک اہم دینی تقاضے کو حسبِ توفیق پورا کرنے کی سعی مشکور کی۔

میرے جدِ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ''حُبِ اہل بیت علیہ السلام تخم ایمان ہے''۔ اللہ کریم ہم سب کو حضور خاتم النبیین رحمتہ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے کامل حُب اہل بیت علیہ السلام نصیب فرمائے اور قادری صاحب کی اس کاوش کو بارگاہ حسینی میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

دعا گو:

سید مہر فرید الحق مہر گیلانی درگاہِ عالیہ گولڑہ شریف

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت علامہ پروفیسر پیر سید احمد حسین شاہ صاحب ترمذی

صدر مرکزی جماعت اہل سنت یو کے اینڈ اوورسیز ٹرسٹ

فلاتعدل باهل البيت خلقاً فاهل البيت هم اهل السعادة

فبغضهم من الانسان خسر حقيقي و حبهم عبادة

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب اوران کی سیرت وعظمت کا موضوع ایک گلشن صدا بہار کی طرح ہے۔ کہ جس لالہ زار میں ہر پھول کی رنگینی وشادابی دامانِ نگاہ کو بھر دینے والی ہے۔ یہ گل چین کا اپنا انتخاب ہے۔ کہ وہ کس پھول کو چنتا اور کس کو چھوڑتا ہے۔ بقول اعلی حضرت علیہ الرحمۃ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مگر ستم بالائے ستم کہ افراط وتفریط کی روش نے اہل بیت مصطفی علیہ السلام کی محبت کو رفض وتشیع اور اصحابِ رسولؐ کی تعریف کو خارجیت وناصبیت کا نام دے دیا ہے۔ زیر نظر تالیف کے مولف مولانا انعام الحق قادری نے اہل سنت کے متقدمین ومتاخرین، مفسرین ومحدثین، فقہاء امت، اسلافِ ملت، علماء و صوفیاء کے تحقیقی نظریات واقوال کو حوالہ جات کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ مؤلف موصوف کی موضوع پر گہری نظر محسوس ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ کتاب کا اسلوب سادہ، عام فہم مگر خوبصورت تسلسل کے ساتھ مستند اور مدلل بھی ہے۔

مولانا انعام الحق قادری ایک نوجوان سکالر، شہزادہ غوثِ اعظم مفکر اسلام ڈاکٹر پیر سید عبد القادر شاہ صاحب جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ تحقیق وتدقیق اور استدلال واستنباط میں آپ کی تحریر اپنے مرشد کریم کے رنگ اور فیض کا حسن اپنے دامن میں سموئے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔

میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے مسوّدہ کی ورق گردانی کی ہے۔ ماشاء اللہ ! فاضل مولف نے یورپ کے حسین وجمیل، دلکش ودلربا اور آرام طلب ماحول میں بھی قلم کو تھام رکھا ہے اور اہل ایمان کو چشمہ محبت ومودت آل اطہار اور خاندان نبوت سے تمسک کے جام بھر بھر کے پلا رہے ہیں۔

یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ کہ اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت ومودت

ایک وسیع موضوع ہے۔اور محبت کا کوئی خاص پیمانہ ومقیاس نہیں ہوتا۔ ہر کسی کا محبت کرنے کا انداز ومعیار جدا ہوتا ہے۔تاہم مردمومن کے لئے آلِ نبی سے محبت ومودت ایک بحر بیکراں ہے۔جس کا کنارا ناپید ہے۔الغرض یہ کتاب فضائل ومناقبِ امام حسین علیہ السلام واہل بیت رسول ﷺ اور یزید لعین کے سیاہ کرتوتوں پر ایک جامع تصنیف اور علمی کاوش ہے۔جو یزید پلید کے اصل کردار کو بے نقاب کرنے کے لئے بڑی مفید ثابت ہوگی۔امید ہے کہ یہ تصنیف اپنے تحقیقی مواد اور لوازمے، عام فہم اسلوب اور موزوں واقعاتی ترتیب کے باعث محبانِ آلِ نبی ﷺ میں قبول عام کا درجہ حاصل کرے گی۔

جملہ امت مصطفی ﷺ بالعموم اور اہل سنت وجماعت پر بالخصوص یہ فریضہ عائد ہوتا ہے۔کہ وہ اپنے آقا محمد مصطفی ﷺ کے اس فرمان کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔جو حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے: کہ سرکار ابدقرار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال: حب نبیکم وحب اهل بیته وتلاوة القرآن (الطبرانی)

ترجمہ: اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ: اپنے نبی (ﷺ) کی محبت اور انکے اہل بیت کی محبت اور قرآنِ کریم کی تلاوت

کاش! آج امن وراحت کا متلاشی مسلمان، فکری وعملی طور پر اپنے صحیح العقیدہ اسلاف سے جڑ جائے۔اور عہد گزشتہ سے پیوستہ ہوجائے تو اس پر بھی کامیابی وسرفرازی کے دروازے اسی طرح کھل جائیں گے۔جس طرح صحابہ کرام، محدثین عظام اور مجاہدین فی سبیل اللہ پر کھل گئے تھے۔بجا طور پر وہ قلوب لائق تحسین ہیں جن کے اندر مودت اہل بیت کا تلاطم موجزن ہے۔اللہ تبارک وتعالی مولانا انعام الحق قادری کی توفیقات خیر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔اور ان کو مزید علمی تالیفات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامانِ آل رسولؐ

(سعدی شیرازی)

راقم الحروف

سید احمد حسین ترمذی

۱۸/ مارچ ۲۰۱۸ء

بمطابق ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید صابر حسین شاہ صاحب گیلانی

منتظم اعلی دار العلوم قادریہ جیلانیہ لندن

پنجتن پاک کی وہ پاک ہستیاں ہیں۔ کہ جن کی کرامات و برکات اور فضائل و کمالات وجود ظاہری میں آنے سے بہت پہلے ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب سے فرمایا: کہ اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ تو میں کل کائنات کی تخلیق نہ کرتا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کے بعد ان کی توبہ پنجتن پاک کے صدقے میں قبول ہوئی تھی۔ پھر سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا حضرت آدم علیہ السلام کے وجود پاک میں منتقل ہونا۔ اور پھر فرشتوں کا حضرت آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونا۔ پھر اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نار کا گلزار ہونا۔ اور اسی نور کی برکت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح ہونے سے بچ جانے کے باوجود ذبیح اللہ کا لقب پانا پھر پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ کی پیشانی پر نور کا ظہور ہونا۔ پھر بطن آمنہ سلام اللہ علیہا میں قرار پانا۔ پھر ولادت کے وقت نور کا برآمد ہونا ۔پھر نوری فرشتوں کا نور کی زیارت کے لئے آسمانوں سے اترنا۔ پھر ہر طرف روشنی کا پھیلنا۔ اور ستاروں کا ڈھلک آنا۔ علی ھذا القیاس یہ تمام حالات واقعات قبل از پیدائش اور پیدائش تک کے ہیں۔ مگر وجود ظاہری پانے اور اعلان نبوت کا اعلان کرنے کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی ہی معجزنما ہے

آیت تطہیر ہو یا آیت مباہلہ یا آیت مودت ان تمام آیت قرآنی کے مصداق حضور آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے مطابق پنجتن پاک ہیں۔ جب رب کائنات اپنے پاک کلام میں کسی کے فضائل و کمالات بیان فرما دے۔ اور اسکی تفسیر خود صاحب قرآن کر دیں۔ تو پھر کسی مفسر یا مفکر کی فکر کی ضرورت نہیں۔ پھر فضائل و کمالات کا ذریعہ اور وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ جو جتنا قریب ہوگا۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ پائے گا۔ وہ اتنا ہی بلند و بالا مرتبے اور فضائل والا ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی۔ اور انکے والدین سے محبت کی۔ وہ قیامت والے دن میرے درجے میں ہوگا۔

اس فرمانِ نبوی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس جہانِ رنگ و بو میں رہ کر اگر کوئی نیکیوں کا مجسمہ بن جائے ۔اور اعمالِ صالحہ کا مرقع بن جائے۔ تو اسے جنت میں ایک اعلی مقام تو مل سکتا ہے۔ مگر اسے وہ درجہ نہیں ملے گا۔ جو درجہ محبت اہل بیت میں مل سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو۔ کہ وہ نعمتیں عطا کرتا ہے۔ مجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرو اور میری خاطر میری اہل بیت سے محبت کرو۔

حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا اگرچہ راتوں کی تنہائیوں میں بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز رہتیں

۔گھر کے کاموں میں مشغول رہ کر بھی تلاوت قرآن سے غافل نہ رہتیں ۔مگر جو ارفع و اعلی مقام ملا وہ حضور ﷺ کی چہیتی لختِ جگر اور نور نظر ہونے کی وجہ سے ملا۔حضور ﷺ کی بے مثل و بے مثال محبت اور توجہ سے ملا ۔حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا سے والہانہ محبت کا یہ عالم تھا۔کہ خلیفہ اوّل امت میں افضل البشر بعداز انبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی تشریف لائیں ۔تو حضور ﷺ نہ اٹھیں ۔اسی طرح آسمانی قدسی اور قدسیوں کا سردار حضرت جبرائیل امین تشریف لائیں ۔تو حضور ﷺ نہ اٹھیں ۔مگر جب سیدہ کائنات حضرت خاتون جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا تشریف لائیں ۔تو حضور ﷺ کا اٹھ کر آگے بڑھ کر استقبال فرمانا۔اور پھر ہاتھوں اور ماتھے کے بوسے لینا۔اور پھر اپنی جگہ پر بٹھانا۔دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے کی غمازی کرتا ہے۔اسی طرح روز محشر جب حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا کا ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں چادرِ تطہیر کی بکل مارے پل صراط سے گزر ہوگا۔تو منادی کرنے والا منادی کرے گا۔کہ حضور ﷺ کی پیاری بیٹی شہزادئی کونین حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا کا پل صراط سے گزر ہو رہا ہے۔تمام اہل محشر اپنی گردنیں جھکا کر اپنی آنکھیں بند کرلو ۔یہاں تک کہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا گزر جائیں ۔وہ منظر کیسا قابل دید ہوگا۔کہ اہل محشر میں بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء و مرسلین موجود ہونگے۔حضور ﷺ کے بڑے بڑے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہونگے۔حضور ﷺ کی امت کے بڑے بڑے ولی اللہ ،غوث ،قطب ،ابدال ،قلندر موجود ہونگے سب کی آنکھیں بند اور گردنیں جھکی ہونگی۔تو تب خاتون جنت سلام اللہ علیہا کے مقام اور مرتبے کا پتہ چلے گا۔

اسی طرح حضور مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالی عنہ کا اللہ کے گھر پیدا ہونا ،پھر آنکھیں بند رکھنا۔اور پھر حضور ﷺ کی آمد پر آنکھیں کھول کر دیدار کرنا ،پھر حضور ﷺ کی زیر کفالت آنا ،سب سے پہلے ایمان لانا ،اور سب سے پہلے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا ،ہجرت کے موقع پر دشمن کی تلواروں کے سائے میں حضور ﷺ کے بستر پر سونا ،پھر مواخات کے موقع پر حضور ﷺ کا مولائے کائنات کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی قرار دینا۔حضور ﷺ کا یہ فرمانا: کہ حق ادھر ہے جدھر علیؓ ہے۔اور علیؓ ادھر ہے جدھر حق ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: علیؓ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔تو خلیفہ اوّل نے اس فرمان پر عمل کر کے دکھایا۔کہ علیؓ کی کیا شان ہے۔حضور ﷺ نے یہ فرمان جاری فرما کر مولا علیؓ کو ایک بلند و بالا مقام پر فائز فرما دیا۔فتح خیبر کے موقع پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ کل جھنڈا میں اس شخص کو دوں گا۔جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔اور اللہ اور اسکا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔اور اسکے ہاتھ پر فتح ہوگی۔دوسرے دن حضرت مولائے کائنات کو جھنڈا عطا کرنا۔اس بات کی واضح دلیل ہے۔کہ حضور مولائے کائنات اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔جنگ خندق کے موقع پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا: کہ عبدود مکمل کفر ہے۔اور مولا علیؓ مکمل اسلام۔ غدیر خم کے مقام پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا: جسکا میں مولا اسکا علی مولا۔ظاہر ہے کہ جن تقاضوں کے ساتھ حضور ﷺ کو مولا مانا جائے گا۔انہی تقاضوں کے ساتھ حضور مولا علیؓ کو مولا ماننا ہوگا۔

اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضور ﷺ کے دلی لگاؤ اور محبت کی کوئی مثال نہیں۔حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی پیدائش کے موقع پر حضور ﷺ کا اپنی گود میں لے کر کانوں میں زبان نبوت سے اذان دینا اور اپنے لعاب دہن سے گھٹی دینا۔پھر جب تک حضور ﷺ موجود رہے بے مثال محبتوں سے نوازتے

رہے۔ اپنے سینہ بے کینہ پر شہزادوں کو لے کر سلانا۔ کندھوں پر بٹھا کر پھرانا۔ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لگاؤ دیدنی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے لئے نماز میں سجدے لمبے فرما دیتے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آپکے صاحبزادے اور آپکے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ جبریل امین آئے۔ تو انہوں نے عرض کی کہ ان دونوں میں سے ایک کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ تو آپؐ فیصلہ فرمائیں کس کو چھوڑنا اور کس کو رکھنا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے کو اللہ کے حضور پیش ہونا پسند فرمایا۔ مگر اپنے نواسے کی جدائی کو قبول نہ فرمایا۔ اس مختصر اور اجمالی خاکے کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ کہ جو لگاؤ اور محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چار نفوس سے تھا۔ وہ کسی دوسرے شخص سے نہ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ان چاروں میں چوتھے تھے۔ جنکے بارے میں انعام صاحب قادری نے یہ کتاب تالیف کی ہے۔ مسودہ تیار ہونے کے بعد انعام صاحب قادری نے مجھے کہا کہ میں کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات لکھوں۔ چنانچہ میں نے مسودے کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ اگرچہ انعام قادری صاحب ایک نوجوان سکالر ہیں۔ مگر ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ حضور مفکر اسلام پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی کے غلام اور مرید ہیں۔ اور آپکی صحبت اور مجالس میں بیٹھنے سے ایسا رنگ چڑھا۔ کہ حضرت مفکر اسلام کے ملفوظات کو محفوظ کرنا اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انعام قادری صاحب کو پنجتن پاک کے فضائل ومناقب میں لکھی گئی کتابوں کا بڑا گہرا اور وسیع مطالعہ ہے۔ کیونکہ کوئی بات بغیر دلیل اور حوالے کے نہیں لکھی۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ کتاب اہل بیت سے کامل محبت اور عقیدت میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔

پنجتن پاک کے فضائل ومناقب اور کمالات کے خوبصورت موتی بے شمار کتب میں بکھرے پڑے تھے۔ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک خوبصورت دلکش اور دیدہ زیب مالا بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پنجتن پاک کی بارگاہ میں پیش کی ہے۔ اب انعام قادری صاحب جانیں اور پنجتن پاک جانیں یا پھر انکے مرشد پاک جانیں۔ انعام صاحب قادری نے یقیناً اپنا راستہ سیدھا کر لیا ہے۔ اور دوسری طرف انعام صاحب قادری نے حدیث قسطنطنیہ کا سہارا لے کر یزید پلید کو جنتی قرار دینے والوں کو اور یزید پلید کو جس نے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے اور آگ لگائی، جس نے مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے، جس نے تین دن کے لئے اذانیں اور نمازیں معکوف کیں۔ جس نے محرمات کو حلال قرار دیا۔ جس نے مدینے پاک کی عفت مآب بچیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا اور انکی عزتیں لوٹیں، اور اہل مدینہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ جس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور انکے ساتھیوں کو ظلماً شہید کیا۔ اور اہل بیت کی مقدس اور پاکباز بیبیوں کو قیدی بنا کر شہر شہر پھرایا۔ اسکے کالے کرتوتوں اور کردار کی روشنی میں جہنم کی راہ دکھائی نہیں۔ بلکہ انگلی پکڑ کر ان کو انکے ٹھکانے تک پہنچا دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی جمیلہ کا اجر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید صابر حسین شاہ گیلانی

۲۵ مارچ بروز اتوار ۲۰۱۸ء

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لئے جو رحمن اور رحیم ہے۔کوئی بھی عبادت عبادت نہیں کہلاتی جب تک اس کا تعلق مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ کے ساتھ نہ ہو جائے۔ جس نے ہر شے کو وجود بخشا ہے۔ جو ابتلا میں ڈال کر اپنے رازوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔سمندروں کی تہوں سے لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور آسمانوں کی بلندیوں تک سب کو بہترین رزق دینے والا ہے۔کائنات کی ہر شے اپنی اپنی بولی میں اسکی تسبیح کے نغمے الاپ رہی ہے۔جس کی دی ہوئی توفیق سے ہر ایک شے کو ہر ایک خوبی میسر آئی۔اور پھر کروڑوں درود و سلام اس محبوبِ رب العالمین ،رحمت اللعالمین ،نور مجسم ،شافعِ محشر،مختارِ کل، وجہہ تخلیق بزمِ ہستی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر۔ کہ جن پر خود مالکِ کون ومکان اپنی شان کے مطابق درود پڑھ رہا ہے۔جن کی مرضی پر قبلے بدلے گئے۔اور جنکی مرضی پر محشر میں فیصلے ہونگے۔اور صلوٰۃ وسلام آپ کی اہل بیت واصحاب پر۔

قارئین: دوسرے لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہجر میں ساری ساری زندگی روتے ہیں ۔خواب میں دیدار ہو جائے تو اپنے آپ کو خوش قسمت ترین تصور کرتے ہیں ۔مدینے سے سلام آجائے تو مقدر کے سکندر سمجھتے ہیں ۔پیغام آجائے تو خود کو بادشاہوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔زندگی میں چہرہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔تو خوشی سے آنکھوں سے نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ہاتھ پاؤں کو جنہوں نے بوسے دئے انکا تو پھر کیا ہی کہنا۔مگر واہ حسن واہ حسین رضی اللہ عنہما آپ کی عظمتوں کا کیا کہنا۔کہ

کانوں میں پہلی آواز ہی امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان دلنشین سے یعنی آذانِ حبیبِ رب العالمین، پہلا سفر ہی زبان نبوت تک، پہلا قدم ہی سینہ مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ،نام کا چناؤ بھی زبانِ مصطفے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے، پہلی سواری ہی دوشِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر۔عقیقہ بھی شافعی محشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اپنے ہاتھوں سے فرمانا۔پہلی گود ہی گودِ بتولی اور پھر انکی عظمتوں کا کیا کہنا جن کے لئے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبے دئے اور خطبے چھوڑے تھے۔فرض نمازوں میں پشت پر سواری کرنے والوں کے لئے سجدوں کی طوالت شہسوار کی مرضی پر چھوڑی۔جن کی پیاس بجھانے کے لئے دونوں جہانوں کے میر و مختار سرگرداں۔غرضیکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شدت کے ساتھ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ارشادات وافعال صادر کئے ہیں وہ درر ہائے نایاب ہیں۔اور تقریراً دونوں شہزادوں کے ساتھ جو پیار محبت،ادب کیا گیا اسکو آپ نے بے حد پسند فرمایا۔فضائل وکمالات عطیہ خداوندی ہے۔حسنین کریمین علیہما السلام کو جو کمالات ودیعت کئے گئے۔اس سلسلے میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پڑھ کران کی عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نحن اهل بيت لا يقاس بنا احد

(ہم اہل بیت ہیں۔ہمارے برابر کوئی بھی نہیں ہوسکتا)

(مسند الفردوس،للدیلمی: 4۔283/ ذخائر العقبی ،للا مام محب الدین الطبری۔ص 17،المناقب۔امام ابن مردویہ/فرائد السمطین۔امام جوینی)

اسی لئے شاید حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا:

عن ابن عمر قال اذا عددنا اصحاب النبی قلنا ابو بکر و عمر و عثمان فقال رجل لابن عمر "فعلی ما هو"؟ قال: ان علیا من اهل

البیت لا یقاس بھم احدًا۔

(ینابیع المودۃ۔سلمان بن ابراہیم قندوزی: ص178 / الریاض النضرۃ، محب الدین طبری شافعیؒ۔ص4۔3/ 180)

ہم جب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمار کرتے۔تو ہم کہتے ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ، عمر رضی اللہ تعالی عنہ، عثمان رضی اللہ تعالی عنہ۔ایک شخص نے جناب ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: تو بتاؤ علی رضی اللہ تعالی عنہ کا کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: علی رضی اللہ تعالی عنہ تو اہل بیت میں ہیں۔انکے برابر تو کسی کو بھی نہیں سمجھا جا سکتا......

اور اسی لئے امام عبدالوھاب شعرانی ابن عربی کے اشعار نقل فرماتے ہیں:

فلا تعدل باھل البیت خلقاً

فاھل البیت ھم اھل السعادۃ

اہل بیت کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر نہ کر۔کیونکہ اہل بیت ہی اہل سیادت ہیں۔

(نور الابصار فی مناقب آل البیت النبی المختار۔الشیخ مومن بن حسن الشبلنجی)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

یہ ایک دوسرے پر فضیلت کی باتیں اصحابؓ کے درمیان ہیں۔

''واما اھل البیت فھم اخص منھم و حکمھم یغایر ھم''

رہے اہل بیت! تو وہ اصحاب میں مخصوص ترین ہیں۔اور انکا حکم ان سے مختلف ہے۔

(مرقاۃ:11/ 285)

اسی طرح علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں:

پوری امت مودت اہل بیت کی مکلف ہے (روح المعانی۔25/ 31)

نقشبندیہ سلسلے کے عظیم بزرگ مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا کی محبت تمام افرادِ امت پر واجب ہے۔

(مقامات مظہری:461)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں:

1- سلام میں جیسا السلام علیك ایها النبی اور سلام علی آل یاسین

2- تشہد کی صلوٰۃ میں

3- طہارت میں۔جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے۔یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے: ویطهر کم تطهیرا

4- صدقہ کی تحریم میں

5- محبت میں:

حضرت ابوبکر صدیق افضل الامت، خلیفہ بلا فصل رضی اللہ تعالی عنہ کا کندھوں پر سواری کرانا، شہزادوں کے کہنے پر منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنا اور پھر اپنے ساتھ بٹھانا ،حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی شہزادوں کے کہنے پر ممبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنا اور پھر اپنے ساتھ بٹھانا۔ان سے خط لکھوانا، انکی پینشن بدریوں والی کرنا، اور اپنے گھر والوں کے مقابلے میں اہل بیت کو ہر معاملے میں ترجیح دینا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ حضرت عباسؓ کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے۔بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا اہل بیت کے لئے ایثار فرمانا۔اسی طرح باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کا اہل بیت سے پیار اور تعظیم کرنا بھی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ان ہستیوں کے بعد فقہ کے چاروں اماموں کا محبتِ اہل بیت میں شہید ہونا، جلاوطن ہونا قبول کیا مگر محبت اہل بیت سے باز نہ آئے۔چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی جب حضرت

امام باقرؓ سے ملاقات ہوئی تو

فقال ابو حنیفه : لابی جعفر اجلس مکانک کما یحق لک حتی اجلس کما یحق لی فان لک عندی حرمته کحرمته جدک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حیاته علی اصحابه۔

پس فرمایا: ابوحنیفہ نے ابوجعفر (یعنی حضرت امام باقرؓ) سے تشریف فرما رہیں اسی مقام پر جو آپ کے لائق ہے۔ تاکہ میں بیٹھ سکوں اس مقام پر جو میرے لائق ہے کیونکہ آپ کی حرمت (تعظیم) میرے نزدیک ویسی ہی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت (تعظیم) آپ کی حیات میں صحابہ پر (مناقب ابی حنیفہ۔ للامام موفق المکی)

امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں جتنے بھی ائمہ اہل بیت حیات تھے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے شاگرد بنے۔

امام موفق المکی لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت جعفر صادقؓ کوفہ تشریف لائے۔ تو امام ابو حنیفہؒ اپنے اکابر شاگردوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں علمی استفادہ اور زیارت کے لئے اس طرح حاضر ہوئے۔ کہ مجلس میں پاؤں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ آپکے شاگردوں نے بھی اپنے استاد کو کاپی کیا۔ تو امام جعفر صادقؓ نے آپکے شاگردوں سے پوچھا۔ یہ کون ہیں۔ جنکی آپ اتنی تعظیم کر رہے ہو۔ کہ جس طرح انہوں نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے دیکھا تم ساروں نے بھی اپنا طریقہ بدل لیا۔ انہوں نے کہا: یہ ہمارے استاد ابوحنیفہؒ ہیں ۔ یہ آپ کی پہلی ملاقات تھی، اسکے بعد امام ابوحنیفہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حسن بن زیاد لولوی بیان کرتے ہیں:

سمعت اباحنیفه وسُل من افقه من رایت؟

امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا۔ کہ اس پوری روئے زمین پر جتنے اکابر ائمہ علماء کو آج تک آپ نے دیکھا سب سے زیادہ فقیہ کس کو پایا؟ آپ نے فرمایا:

مارایت افقه من جعفر بن محمد الصادق

میں نے روئے زمین پر امام جعفر الصادقؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور آپ نے کہا کہ:

لو لا السنتان لهلک النعمان

کہ اگر وہ دو سال (جو امام جعفر صادقؒ کی شاگردی کے) نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا۔

امام ابو حنیفہؒ نے سید زید بن علیؒ سے بیعت کی اور آپ انکے ساتھیوں میں تھے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے۔کہ آپ نے محمد نفس زکیہ بن عبداللہؒ (محض) سے ایام منصور میں بیعت کیں۔(کتاب الملل والنحل۔للامام عبدالکریم شہرستانی 1،158)

اور امام ابو حنیفہؒ نے تیس ہزار درہم انکی خدمت میں بھیجے۔

(شذرات الذهب: للابن حماد حنبلی: ص 159)

اسی طرح امام مالکؒ بھی محبت اہل بیت میں فنا تھے۔جیسا کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

لا افضل علی بضعة من النبی ﷺ احداً۔

(الخصائص الصغری۔للسیوطی۔ص 57)

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر گوشہ یعنی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔(جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے خود بیان کیا ہے۔کہ

قالت مارایت افضل عن فاطمة غیر ابیها

(قالت مارایت افضل عن فاطمة غیر ابیها۔رواہ الطبرانی فی الاوسط، مجمع زوائد 9:201)

(میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا فاطمہ سے کائنات میں کسی کو افضل نہیں دیکھا)

حضرت امام مالکؒ بھی ائمہ اہل بیت کے شاگرد تھے۔چنانچہ جب حضرت امام جعفر

صادقؒ جیسی ہستی کے پاس اگر کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو آپ فرماتے:

اذھب الی مالك عندہ علمنا (مالک کے پاس چلے جاؤ، ہم اہل بیت کا علم اس کے پاس ہے)۔

اور پھر امام شافعیؒ کے کیا کہنے آپ فرماتے ہیں:

یاآل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

اے اہل بیت رسولؐ تمہاری محبت اللہ تعالی نے قرآن میں فرض کردی ہے۔ اس قرآن میں جو اس نے نازل کیا ہے۔

کفاکم من عظیم الفخر انکم من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

اے اہل بیت تمہاری عظمت اور تمہاری شان اور اعلی مقام کی بلندی کے لئے اتنی دلیل کافی ہے۔ کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور پھر فرماتے ہیں:

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافض

(دیوان امام شافعیؒ)

اگر آلِ محمدؐ سے محبت کرنے کا نام رافضی ہو جانا ہے تو جن وانس گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ جو صحاح ستہ کے بالواسطہ یا بلا واسطہ استاد ہیں۔ وہ بھی محبت اہل بیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ انکے فرزند عبداللہ بن احمدؒ نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا:

یاابۃ ما تقول فی التفضیل ؟ قال: فی الخلافۃ ابو بکر و عمر و عثمان فقلت: فعلی بن ابی طالب ؟ قال: یا بنی علی بن ابی طالب من اھل بیت لا یقاس بھم احد (مناقب الامام احمد بن حنبل: لابن جوزی ص212)

ابا حضور! مسئلہ فضیلت میں آپ کیا فرماتے ہیں۔؟ فرمایا: خلافت میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہما ہیں۔ میں نے عرض کیا: پھر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا بیٹا! حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالبؓ اہل بیت سے ہیں۔ انکے برابر کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ (یعنی انہوں نے وہی بات فرمائی جو نبی پاک ﷺ کا قول مبارک ہم اوپر لکھ چکے ہیں)

اہل بیت اطہار سے حضرت ابو بکر صدیق یار غار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و مودت کی مثالیں ہمارے سامنے آشکار ہو چکیں۔ ائمہ اربعہؒ یعنی فقہ کے چاروں اماموں کی لازوال وفاداری، اور بے مثل عقیدتوں کی داستانِ وفا پڑھنے کے بعد کیا اب ہمیں اہل سنت والجماعت کے طور پر سوچنے کی اشد ضرورت نہیں؟ کہ کیا آج ہمارا عقیدہ اور عمل ہمارے اسلاف سے ملتا ہے؟ آج ہمارے درمیان وہ لوگ کہاں ہیں۔ جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ کی تقلید میں اہل بیت کے لئے اپنی جانیں قربان کی ہوں۔؟ امام شافعیؒ کی طرح محبت اہل بیت میں جلاوطنی قبول کی ہو اور محبت اہل بیت میں اس قدر ڈوبے ہونے کی وجہ سے رافضی ہونے کے طعنے سنے ہوں؟ امام احمد بن حنبلؒ کی سوچ اسکے فکر و نظر میں گھر کر گئی ہو؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی طرح یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو دُرے مروائے ہوں؟ افسوس! آج تو زمانے نے کیسی کروٹ لی کہ یزید (جس پر امام احمد بن حنبلؒ نے سب سے پہلے لعنتِ شخصی کی) کو جنتی ،امیر المومنین، شہزادہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے القابات سے نوازنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور کربلا کے اس واقعہ سے ہی انکار کی تگ و دو زوروں پر ہے۔ جس کی اطلاع رب کریم نے جبریل کے ذریعے اپنے محبوب پاک ﷺ کو امام حسین علیہ السلام کے بچپن میں ہی دے دی تھی۔ آج لوگ ذکر اہل بیت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں شدت پسند خارجی، شر پسند لوگ ہمیں شیعہ یا رافضی نہ کہہ دیں۔ اسکے علاوہ بھی بہت سی وجوہات ہیں۔ جیسا کہ رئیس المجددین حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ اپنے

وقت کے حالات پر تبصرہ فرماتے ہیں:

اور یہ سمجھا جانے لگا ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اہل بیت کرام کے خلاف بغض اور بنی امیہ کے ساتھ محبت رکھے۔ حالانکہ اہل سنت کبھی بھی اس شقاوت میں ملوث نہیں ہوئے۔ اور ان کے عقائد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے دوستی و مودت مدارِ ایمان اور فرض مانی گئی ہے۔ اس نئے رجحان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہمارے علمائے کرام نے بمقابلہ اہل تشیع اپنے مواعظ ونصائح کی مجالس میں صرف دفعِ ملاعن ومطاعن کی طرف ہی رخ کیا۔ اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی طرف کم توجہ فرمائی۔

(تصفیہ مابین سنی وشیعہ، ص: ج (بعنوان: وجہ تالیف)

اصل میں نبی پاک صاحب لولاک، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا سفر نامکمل رہتا ہے جب تک بندہ حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت میں کامل نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ حسنین کریمین علیہما السلام ظاہراً اور باطناً شبیہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور پھر سرکارِ دو جہاں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عظمتِ انتہا، قربِ انتہا ہے۔ کہ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔"

اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب فی زمانہ کھلے عام یزید کے فضائل بیان کئے جانے لگے، اسے جنتی اور اپنا امیر کہا جانے لگا، رضی اللہ تعالیٰ کے ٹائیٹل دیئے جانے لگے، اسکی حمایت میں ورق سیاہ کئے جانے لگے۔ اور خاص کر انٹرنیٹ پر اسکے حق میں مواد دیکھ کر اپنی کم علمی، کم صلاحیتی کے باوجود (بس اپنی طرف سے ویسی ہی کوشش کر رہا ہوں۔ جیسی کوشش ایک ننھی چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا قطرہ لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی) اشد ضرورت محسوس کی۔ کہ اہل بیت کے گھر کا کمی ہونے کے ناطے امام حسین علیہ السلام کے فضائل کے نغمے

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے چھیڑوں، اور ایسی آوازِ حسینی لگاؤں کہ امام پاک علیہ السلام سے محبت رکھنے والوں کی محبت میں اضافے کا باعث ہو۔ اور بغض وعناد رکھنے والوں کے بغض وعناد کو تار تار کر کے چھوڑ دے۔ اور کل قیامت کے دن امام حسین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہرہ، ملکہ کائنات، جنتی عورتوں کی سردار، جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا بس یہ فرما دیں۔ کہ تو نے ہمارے گھر کا سگ ہونے کے ناطے ہمارے گھر کی رکھوالی خوب نبھائی تھی۔ جن کے بارے میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

قالت: ما رایت احداً کان اشبه کلاماً و حدیثاً من فاطمة برسول الله ﷺ و کانت اذا دخلت علیه رحب بها و قام الیها فاخذ بیدها فقبلها و اجلسها فی مجلسه۔ (المستدرک للحاکم 154:3)

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی کو فاطمہ سے بڑھ کر مشابہ نہیں پایا۔ اور حضرت فاطمہؓ جب کبھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آتیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا۔ کہ خوش ہو جاتے۔ اور (استقبال کے لئے) کھڑے ہو جاتے۔ حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکو بوسہ دیتے اور پھر اپنی جگہ پر آپ کو بٹھاتے۔)

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زیانی
پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی

اب بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں فخر السادات، مناظر اہل سنت پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب گیلانی کا جنہوں نے قدم بہ قدم راہنمائی فرمائی اور نہایت محنت سے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی۔ محقق اہل سنت حضرت پیر سید عظمت حسین شاہ صاحب گیلانی کی نوازشات کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں اور صاحبزادہ پیر سید انعام الحسنین شاہ صاحب زنجانی کی کاوشوں کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اور ان تمام احبابِ طریقت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس بندۂ عاجز کی مختلف معاملات میں حوصلہ افزائی اور معاونت فرمائی۔ جن میں بیرسٹر منیب حسین صاحب قادری، خلیفہ راجہ فخر الدین صاحب قادری، علامہ قاری عزیز حیدر صاحب قادری، خلیفہ حافظ اشتیاق علی صاحب قادری، حافظ مسعود صاحب قادری، سابقہ میئر والتھم سٹو چوہدری ندیم احمد صاحب قادری، راجہ ارسلان فاروق صاحب قادری، ملک انصر احمد صاحب قادری، ملک عابد اکرم صاحب قادری۔ دعا ہے رب تعالیٰ تمام احباب کو دنیوی اور اخروی نعمتوں سے مالا مال فرمائے

دعا ہے صدقہ پنجتن پاک علیہ السلام' اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ سعی مقبول ومنظور فرمائے۔ اور میرے لئے اور میرے خاندان کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء و المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلواۃ واکمل التسلیم

فقیر

انعام الحق قادری

rinamuk@hotmail.com

۷۸٦

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

(سورۃ البقرۃ۔آیت 154۔155۔156۔157)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔اور ضرور تمہیں ہم آزمائیں گے' کچھ ڈر سے، کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

سب سے پہلے عرض خدمت ہے۔کہ قرآن عظیم کی مندرجہ بالا آیت جو عنوان کلام ہے۔اس کو ایک کلیہ کے طور پر ذہن میں رکھ لیں۔کلیات وہ ہوتے ہیں جن میں شخصیات کا نام نہیں لیا جاتا۔بلکہ قاعدہ بیان کیا جاتا ہے۔اور قاعدے کے نتائج بیان

کردیئے جاتے ہیں۔ جس کو کبری (Major Premesis) کہا جاتا ہے۔

قرآن عظیم کا فرمان ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ

(یقیناً ہم تمہیں آزمائیں گے۔ خوف کے ذریعے اور بھوک سے)

وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ (مال کے تھوڑے سے نقصان سے)

وَالْأَنْفُسِ (اور جانوں کے تھوڑے سے نقصان سے)

یعنی تسلی دی ہے کہ اتنا گھبرانے والی کوئی بات نہیں کہ نقصان تھوڑے تھوڑے ہونگے۔ انعامات بڑے بڑے ہونگے

وَالثَّمَرَاتِ (اور تھوڑے تھوڑے ثمراتی نقصان پر آزمائیں گے۔)

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری ہو)

پھر صبر کرنے والوں کی تعریف کی۔

صابرین کی تعریف قرآن کی بولی میں یہ ہے کہ

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

جس وقت کوئی مصیبت انہیں آپہنچے تو پھر چیخنے چلانے کے بجائے کہتے ہیں۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے) جب جان چلی گئی، کس نے عطا کی ہوئی تھی، جس نے دی ہوئی تھی اس نے لے لی۔ جب مال ضائع ہو گیا۔ تو یہ سمجھیں جس نے دیا ہوا تھا۔ اس نے واپس لے لیا' حتی کہ یہ جان بھی اللہ تعالی کی امانت ہے۔ یہ واپس کرنی ہے۔ جب ہم خود بھی لوٹ کر جانے والے ہیں' تو پھر مال کا کیا غم؟

اللہ کریم انکے بارے میں فرماتے ہیں:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

اُن پر پروردگار کی طرف سے صلواتیں بھی ہیں اور رحمتیں بھی ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

(وہی لوگ صحیح ہدایت یافتہ ہیں)

ان کے علاوہ کوئی قوم یہ سمجھے ہم ہدایت یافتہ ہیں تو وہ غلطی پر ہے

اب قرآن مجید کے اس کلیے کی منطقی شکل کچھ یوں بن جائے گی:

ہر وہ شخص جو مصیبت اٹھا کے خدا کی رضا پر راضی رہنے والا ہے۔ وہ ہدایت یافتہ ہے۔ اور ہر ہدایت یافتہ پر ہماری صلوات اور رحمتیں ہوتی ہیں۔ وہ Major (Premesis) کبری ہے۔ یہ (Miner Premesis) صغری ہے۔

اب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مصیبت اٹھائی اور اس پر اظہار رضا کیا۔ لہذا ہدایت یافتہ ہیں اور خدا کی صلوات اور رحمت کے مستحق ہیں۔ یہ اسکا نتیجہ منطقیہ (Logical conclusion) ہے۔

تو یہ بات اچھی طرح سمجھ آئی۔ کہ (Major Premesis) کبری نے بطور کلیے کے کردار ادا کیا۔ اور (Miner Premesis) صغری، یعنی امام حسین علیہ السلام کے کردار اور عقیدے کو اسکے سامنے رکھا۔ تو نتیجہ نکل آیا کہ

امام جنت مقام امام حسین علیہ السلام ہدایت یافتہ بھی ہیں اور اور آپ پر اللہ کی صلواتیں اور رحمتیں بھی ہیں۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہیں گے کہ جس بات کو واقعہ کربلا کہا گیا ہے اس میں یہ Elements (مشتملات) پائے جاتے ہیں۔ کہ نہیں؟ یعنی کیا امام حسین علیہ السلام نے جانی، مالی اور خاندانی نقصانات برداشت کئے یا نہ کئے؟ ان پر وہ مصائب جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ گزرے ہیں یا نہیں؟

تو جب امام حسین علیہ السلام نے اپنا وطن (مدینہ) چھوڑا ہوگا۔ تو وہ پہلی آزمائش ہوئی ہو

گی کہ ہم تمہیں تھوڑے مالی نقصان سے آزمائیں گے۔یعنی اگر آپ کا مکان آپ سے چھن جائے۔تو آپ اسے مالی نقصان تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں۔تو آپ ہی پھر بتائیں۔کہ امام پاک ؓ کا مالی نقصان ہوا کہ نہیں؟ پھر گھر کا سامان اتنا ساتھ لے کر جا سکے جتنا مسافر لے کر جاتا ہے۔تو مالی نقصان ہوا کہ نہیں اور جب ایک بیمار بیٹی سیدہ صغریٰ ؓ کو مدینہ شریف میں چھوڑا اور خود روانہ ہوئے بایں صورت بچوں والا نقصان بھی آپ ؓ نے قبول کیا کہ نہیں؟ اور پھر قرآن نے جو مضمون بیان کیا نقصان والا۔وہ سارے کے سارے نقصان مدینہ چھوڑنے کے یکے بعد دیگرے شروع ہو جاتے ہیں کہ نہیں؟ بلکہ آپ ؓ نے قرآن کی مندرجہ بالا آیتوں کی ایسی تفسیر فرمائی کہ قیامت تک مثالِ بے مثال بنا کے چھوڑ دیا۔اور امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اپنا سارا کچھ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے قربان کر دیا۔اور پیغمبر نہ ہو کر کے پیغمبروں والا کام کر دکھایا۔

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے جہاں فضائل بیان فرمائے ہیں۔وہاں انکو پیش آنے والی تکلیفوں، سختیوں کا بیان بھی نہایت واشگاف انداز میں پہلے ہی فرما دیا تھا۔چنانچہ حدیثِ پاک ہے:

میرے اہل بیت کو ستایا جائے گا:

عن عبداللہ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ اذ اقبل فتیۃ من بنی ھاشم فلما رآھم النبی ﷺ اغرورقت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجھك شیأً نکرھہ فقال انا اھل بیت اختار اللہ لنا الاخرۃ علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاءً وتشریدا وتطریدا ....

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ بیان فرماتے ہیں۔کہ ایک مرتبہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ بنو ہاشم کے چند نوجوان آئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں مبارک (آنسوؤں سے) بھر آئیں۔ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ کہ جو کہ ہمیں پسند نہیں۔ (یعنی دل دکھتا ہے) فرمایا: ہم اس گھرانے کے افراد ہیں۔ جس کے لئے اللہ تعالی نے دنیا کے بجائے آخرت کو پسند فرمالیا ہے۔ اور میرے اہل بیت میرے بعد عنقریب ہی آزمائش اور سختی وجلاوطنی کا سامنا کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ۔ الرقم 962)

☆ یعنی اہل بیت وہ ہیں۔ جن کے لئے اللہ تعالی نے دنیا کے بجائے آخرت کو پسند فرمایا۔ مطلب اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی پسند نہیں ہے بلکہ انکی پسند وہی ہے۔ جو انکے رب نے انکے لئے پسند فرمایا ہے۔

☆ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''نور نبوّت'' کی قوت سے واقعہ ہونے سے پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ میرے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا ظلم وستم کئے جائیں گے۔ اور کن کن دل کو چیر دینے والی آزمائشوں سے انھیں گزرنا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی واقعہ سامنے رونما ہو تو سمجھ میں آتا ہے کہ کسی کی آنکھوں میں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کے ساتھ انتہائی گہری وابستگی کا یہ عالم ہے کہ واقعات ابھی رونما ہوئے نہیں اور پہلے ہی دونوں جہاں کے میر ومختار کی پاک آنکھیں موتیوں کی لڑیاں برسانا شروع کر دیتی ہیں۔

امام پاکؓ کی پیدائش کے وقت سے شہادت کی خبر

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں مذکور ہے:

عن ام الفضل بنت الحارث، انها دخلت علی رسول الله ﷺ فقالت: یارسول الله، انی رایت حلما منکرا اللیلة قال: وما هو؟ قالت: انه شدید قال: وما هو؟ قالت: رایت کان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فی حجری، فقال رسول الله ﷺ: رایت خیرا، تلد فاطمة ان شاء الله غلاما فیکون فی حجرك فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال رسول الله ﷺ، فدخلت یوما علی رسول الله ﷺ فوضعته فی حجره ثم حانت منی التفاتة، فاذا عینا رسول الله ﷺ تهریقان الدموع. قالت: فقلت: یانبی الله، بابی انت وامی، مالك؟ قال: اتانی جبرائیلؑ فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا، فقلت: هذا؟ قال: نعم، واتانی بتربة من تربته حمراء.

(دلائل النبوۃ للبیہقی۔ حدیث نمبر 2805۔ مشکوۃ المصابیح۔ حدیث نمبر 6180)

حضرت ام الفضل بنت حارثؓ بیان فرماتی ہیں۔ کہ وہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آج رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ نے کیا خواب دیکھا؟ عرض کرنے لگیں۔ وہ بہت ہی فکر کا باعث ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کرنے لگیں: میں نے دیکھا آپ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا

۔اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اسکو آپ کی گود میں دیا جائے گا۔ وہ فرماتی ہیں: چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر امام حسین پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں آئے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے بشارت دی تھی۔ پھر ایک روز میں نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ حضرت امام حسینؓ کو نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ پھر کیا دیکھتی ہوں کہ نبی پاک ﷺ کی چشمان اقدس اشک بار ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان! اشکباری (رونے) کا سبب کیا ہے؟ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس شہزادے کو شہید کریں گے۔ میں نے عرض کیا: سرکار کیا وہ اس شہزادے کو شہید کریں گے؟ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اور جبرائیل امین علیہ السلام نے اس مقام کی سرخ مٹی میری خدمت میں پیش کی۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

1- حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شہادت کی خبر خواب میں دی گئی اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر خود جبریل امین لے کر آئے۔ اور باقی لوگوں نے شہادت سے زینت حاصل کی اور امام حسینؓ وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو زینت بخشی۔ اوروں کی شہادت شہید ہونے کے بعد مشہور ہوتی ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی شہرت اپنے نانا جان کی گود سے ہی تھی۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک ﷺ کے جسم اقدس کے پاک ٹکڑے ہیں۔

2- نبی پاک ﷺ نے اللہ کے علم عطائی سے پیدائش سے پہلے خبر دیدی کہ بیٹا پیدا ہوگا۔

3- اور یہ بھی کہ اے چچی جان آپ کی گود میں آئے گا۔

4- شہادت امام پاک علیہ السلام کی صرف خبر پر ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان نازنین سے موتیوں کی بن ساون کے برساتیں شروع ہو گئیں۔ معلوم ہوا کہ شہادت امام عالی مقام پر رونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

5- اگر امام پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے ہونے کے باوجود صرف خبر شہادت پر اتنی تکلیف پہنچی ہے تو ذرا اندازہ کیجئے۔ کہ جس وقت یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا ہوگا۔ اس وقت دونوں جہاں کے میر و مختار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچنے والی اذیت کی کیفیات کیا ہوئی ہونگی؟

6- جنت کے سردار کی شہادت کی خبر دینے کے لئے بھی فرشتوں کے سردار کی ڈیوٹی لگی۔ اور اس مقام (یعنی کربلا) کی مٹی بھی پیش کر کے جگہ کا تعین بھی کر دیا گیا۔ (اب جو لوگ گمراہ کرتے ہیں کہ یہ ایک حادثہ تھا۔ انکو چاہیے اپنی عقل پر ماتم کریں)۔

7- اگر یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی جان کو معلوم تھی تو یقینا امام حسین علیہ السلام کے والدین ماجدین کو بھی ضرور معلوم تھی۔ اب ذرا انکے صبر و استقلال کا بھی اندازہ لگائیں۔ کہ وہ روزانہ جب جب امام عالی مقام کو دیکھتے ہونگے۔ اندر سے غموں کے کون کون سے بحر بے کنار موجزن ہوتے ہونگے۔

8- اس حدیث پاک سے یہ بھی پتہ چلا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ اور پھر انکی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا کے لئے تو پہلے ہی فرما دیا تھا: فاطمة بضعة منی۔ بخاری (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے) اور والد گرامی کے لئے بھی فرمایا:

هذا علی ابن ابی طالب۔ لحمه لحمی ودمه دمی فهو منی۔

المعجم الکبیر رقم 12341 / مجمع زوائد۔ ج 9 ص 111، رقم 14654

(یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسکا گوشت میرا گوشت اسکا خون میرا خون)

اسی لئے اعلیٰ حضرت، رئیس المجد دین پیر سید مہر شاہ صاحب گولڑوی فرماتے ہیں:

حبّ نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حبّ نبی
لحمک لحمی جسمک جسمی کچھ فرق نہیں مابین پیا

☆ میرے شیخ طریقت قبلہ حضور مفکر اسلام، شہزادہ غوث اعظم ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر جیلانی شاہ صاحب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو گرنے پر بہت ہی خوبصورت استدلال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس جگہ حسینؓ نے گرنا ہے۔ جبریل امین نے اس جگہ کی مٹی لا کر کے مجھے پیش کی ہے۔ اس مٹی کا رنگ سرخ ہے۔'' یہ حدیث معتبر کتابوں میں آپؓ کے قتل کے معاملے کا انکشاف کر رہی ہے۔ اسکا جو ''اثر'' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا ہے وہ کیا ہے۔؟ کہ جو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس power of law (قانون سازی کا حق ہے) کہ جب کسی معاملے کا علم کسی قانون ساز ادارے کو حاصل ہو جائے۔ تو اس پر اس کا Attitude (رویہ)۔ کہ جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''آنسو اور طبیعت'' کا جو عالم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھڑا کس طرف ہے۔ جس کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو گرتے ہیں۔ اسکے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ملتی ہے۔ کہ نہیں؟ تو پھر آج کیوں فیصلہ کرنا چاہتے ہو یزید باطل پر ہے یا حق پر ہے؟ شرم نہیں آتی یہ بات کہتے وقت۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت سے پہلے اس امر کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے۔ اور جب قیامت کی گرمی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی آنسو گریں گے تو پروردگار عالم فرمائیں گے کہ محبوب روتا کیوں ہے؟ روتا تو وہ ہے۔ جس کی کوئی بات نہ مانی جائے۔ جہاں تک تیری انگلی اُٹھ جائے۔ وہاں تک بخشش کی برسات ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت اسی پر فرماتے ہیں:

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

آپ قانون کے پروجیکٹر پر اس کو چڑھائیں اور دیکھیں۔ کہ واقعہ کربلا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کس طرف ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو" آنسو گرے" وہ امام حسینؓ کے خون پر گرے یا یزید کی تلوار کند ہونے کی صورت میں گرے۔؟ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں گرے۔ تو ثابت ہوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھڑا امام حسینؓ کے ساتھ ہے۔ تو جسکی طرف سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو اسکے بعد بھی یہ پوچھنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ کہ کون حق پر ہے؟

عن عبدالله بن نجي عن ابي انه سار مع علي .وكان صاحب مطهرته .فلما حاذى نينوى وهو منطلق الى صفين فنادى علي : اصبر ابا عبدالله ، اصبر ابا عبدالله بشط الفرات .قلت: وما ذا ؟ قال : دخلت على النبي عليه السلام ذات يوم وعيناه تفيضان .قلت : يانبي الله، اغضبك احد ؟! ماشان عينيك تفيضان ؟ قال: بل قام من عندي جبريل قبل فحدثني ان الحسين يقتل بشط الفرات قال : هل لك ان أشمك من تربة ؟ قال: قلت : نعم .فمد يده فقبض قبضة من تراب فأعطانيها .فلم املك عيني ان فاضتا

مسند احمد حدیث 648۔ معجم الکبیر حدیث 2743۔ دلائل النبوۃ للبیھقی ج6 ص468۔ سیر اعلام النبلا ج3 ص288۔ مسند ابی یعلی ج1 ص298۔ مجمع الزوائد۔ 9/190)

(امام احمد نے کثیر شواہد کی روشنی میں اس حدیث کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور بہت سے محدّثین نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے)

اسی طرح عبداللہ بن نجی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

وہ سیدنا علیؓ کے ساتھ چل رہے تھے۔وہ حضرت مولا علیؓ کے لئے طہارت کا پانی اُٹھاتے تھے۔جب وہ صفین کو جاتے ہوئے مقام نینوی پر پہنچے۔تو حضور مولا کائناتؓ نے پکار کر فرمایا: اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے پر صبر کرنا۔اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے پر صبر کرنا۔میں نے عرض کیا: حضور کیا بات ہے؟ فرمایا: ایک دن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان کرم سے آنسو جاری تھے۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ آپ کی مقدس آنکھوں سے آنسو کیوں رواں ہیں۔؟ فرمایا: نہیں بلکہ ابھی ابھی میرے پاس سے جبریل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے۔کہ حسینؓ کو فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔پھر انہوں نے کہا کیا میں آپ کو حسینؓ کی شہادت گاہ کی مٹی سونگھاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا: میں نے کہا: ہاں۔تو جبریل نے ہاتھ بڑھایا اور مٹی کی ایک مٹھی بھر کے مجھے پیش کی۔پس اس وجہ سے میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا۔تو ان سے آنسو رواں ہو گئے۔

☆ اس سے پہلی یہ بات پتہ چلی کہ جو اہل بیت کا غلام (جیسے کہ اوپر عبداللہ بن نجی کے والد کا ذکر ہے کہ وہ مولا علی علیہ السلام کے لئے وضو کے پانی کا بندوبست کرتے تھے) بن جاتا ہے۔اسکا ذکر بھی اہل بیت کے ذکر کے ساتھ زندہ رہتا ہے۔

☆ جب حضور مولا کائنات سیدنا علیؓ یہ جملے فرما رہے تھے۔اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام وہاں موجود نہیں تھے۔اسکا مطلب اہل بیت (جو باطنی نظام کے امام ہیں) کا آپس میں رابطہ ضرور ہوتا ہے ایک دوسرے سے' ورنہ یہ جملہ مہمل ہے۔کہ جب سننے والا موجود نہیں تو کہنے کی کیا ضرورت؟ اور پھر فرمانے والی مولا علیؓ جیسی شخصیت ہو؟

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب جب ذکر شہادتِ امام حسین علیہ السلام ہوا۔تب تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ ناز سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔معلوم ہوا امام

حسین علیہ السلام کے ذکر شہادت پر رونا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اب ان لوگوں کو ضرور توبہ کرنی چاہیے۔ جو کہتے ہیں ذکر شہادت امام پاک رضی اللہ عنہ پر رونا نہیں چاہیے۔ پیٹنا اور ہے رونا اور ہے۔ خدا کے لئے فرق کرو۔ اور وہ جو کہتے ہیں ذکر شہادت بیان ہی نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں بھی توبہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہاں ذکر شہادت خود جبریل علیہ السلام خدا کے حکم سے اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود (ایک دفعہ نہیں کئی بار) فرما رہے ہیں۔

☆ اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ واقعہ فرات کے کنارے واقع ہوگا۔ اب ذرا غور فرمائیں: کہ جب امام حسین علیہ السلام کے بارے میں بتایا جا چکا کہ وہ شہید ہونگے۔ فرات کے کنارے' کربلا کے مقام پر۔ اس جگہ کی مٹی بھی لا کر دے دی گئی۔ تو کیا جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنا ہے اور کروانا ہے اسکے بارے میں معلوم نہیں تھا۔؟ یقیناً معلوم تھا اسی لئے اسکا نام تک بتا دیا گیا۔ (جیسا کہ آئندہ آنے والی مختلف روایات میں یزید کا نام لیا گیا ہے)

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبریل امین نے مٹی لا کر کیوں دی اور کیوں کہا کہ آپ سونگھنا پسند کریں گے۔؟ اس لئے کہ جبریل امین کو پتہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے شدید محبت ہے۔ اور دوسرا میرا گمان کہتا ہے کہ جبریل امین بھی یہ چاہتے تھے۔ کہ جب جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا قصہ چھڑے۔ اس میں میرا نام بھی آنا چاہیے۔ آج کل ہم لوگ بھی جو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دن جلسہ کرتے ہیں، کھانا پکا کر تقسیم کرتے ہیں، پانی اور دوسرے مشروبات پلاتے ہیں اور اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے کرتے ہیں تاکہ کل قیامت والے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہہ سکیں یارسول اللہ کربلا میں تو موجود نہیں تھے۔ مگر ہر سال اس دن کو (جو کچھ اللہ نے توفیق دی تھی۔ خرچ کر کے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں شریک ہونے کی کوشش ضرور کرتے رہے۔

جنّتی پھول کے کان میں محبوب خدا ﷺ کا اذان کہنا:

چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ

عن ابی رافع، ان النبی ﷺ: اذن فی اذن الحسن و الحسین حین ولدا

"جب آپ کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے کان میں اذان کہی۔ (معجم الکبیر طبرانی، حدیث: 2515)

☆ جب بھی کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اہل خانہ کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی بزرگ شخص سے اسکے کان میں اذان کہلوائی جائے۔ اب کسی کے کان میں کسی ولی نے اذان کہی، کسی کے کان میں کسی نبی نے اذان کہی۔ مگر واہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما آپ کی شان کا کیا کہنا۔ کہ جن کے کانوں میں نبیوں کے امام، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آوازِ دلنشین سے اللہ تعالی کی کبریائی اور یکتائی اور اسلام میں داخلے کی گواہی کے اعلانات کے رس گھولے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے شہزادوں کے نام رکھنا:

امام طبرانی اپنی معجم کبیر کے اندر روایت نقل فرماتے ہیں:

عن علی رضی الله تعالی عنه انه سمی ابنه الاکبر حمزة، و سمی حسینا جعفرا باسم عمه، فسما هما رسول الله ﷺ حسنا و حسینا

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث 2713۔ مسند احمد۔ 1/159۔ مستدرک۔ 4/277)

حضرت علی المرتضے شیر خدا (رضی اللہ تعالی عنہ) روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے (حضرت امام حسنؓ) کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالی عنہ) کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر (رضی اللہ تعالی عنہ) کے نام پر رکھا، پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) رکھا۔

امام حاکم لکھتے ہیں کہ

عن علی رضی اللہ عنہ قال: لما ولد حسن سماہ حمزۃ. فلما ولد حسین رضی اللہ عنہ سماہ باسم عمه جعفراً قال: فدعانی رسول اللہ ﷺ وقال: انی امرت ان اغیر اسم هذین فقلت: الله ورسوله اعلم. فسما هما حسناً وحسيناً. رواه احمد وابو ئعلی والحاکم (وقال حاکم: هذا حدیث صیح الاسناد)

(مسند احمد: 1/159۔ مسند ابویعلی: 1:384/ المستدرک للحاکم: الرقم: 7734)

حضرت علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت امام حسنؓ پیدا ہوئے۔ تو انہوں نے ان کا نام حمزہ رکھا۔ اور جب حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے تو ان کا نام انکے چچا کے نام پر جعفر رکھا۔ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر فرمایا: مجھے ان کے یہ نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا: اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے نام حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) رکھے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فضائل صحابہ کے اندر رقم طراز ہیں:

حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی نا حجاج قال انا اسرائیل عن ابی اسحاق عن هانی بن هانی عن علی قال لما ولد الحسن جاء رسول اللہ ﷺ فقال اروني ابني ما سميتموه قلت سميته حربا قال بل هو حسن فلما ولد الحسين قال اروني ابني ماسميتموه قلت سميته حربا قال بل هو حسين فلما ولد الثالث جاء النبی ﷺ فقال اروني ابني ما سميتموه قلت حربا قال هو محسن ثم قال انی سمیتهم باسماء ولد هارون شبر و شبیر و مشبر۔ (فضائل الصحابہ۔ حدیث 1365)

سیدنا علیؓ سے روایت ہے۔ کہ جب میرا بیٹا حسن پیدا ہوا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشریف لائے۔ میرے بیٹے کو دیکھ کر دریافت فرمایا: اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ تو حسن ہے ۔اسی طرح جب حسین پیدا ہوئے۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔میرے بیٹے کو دیکھ کر دریافت کیا: اسکا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تو حسین ہے۔اسی طرح جب میرا تیسرا بیٹا پیدا ہوا ۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔میرے بیٹے کو دیکھ کر دریافت کیا: اسکا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا۔ میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ تو محسن ہے۔پھر فرمایا: میں نے انکے نام ہارون کے بیٹوں کے نام پر شبر، شبیر اور مشبر رکھے ہیں (جو کہ عبرانی میں تھے اور عربی میں حسن، حسین اور محسن ہیں)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کے بے مثل جنتی نام:

علامہ ابن حجر مکیؒ اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں رقمطراز ہیں:

اخرج ابن سعد عن عمران بن سلیمان قال:

الحسن و الحسین اسمان من اسماء اهل الجنة. ما سمت العرب بهما فی الجاهلیة

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء میں سے ہیں۔اور اسلام سے پہلے عرب میں کسی نے یہ دونوں نام نہیں رکھے۔

(الصواعق المحرقہ ص 115، تاریخ الخلفاء: ج 1 ۔ص 149)

☆ یعنی اللہ تعالی کی ذات نے وہ نام جو اپنے محبوب کے شہزادوں کے لئے استعمال ہونے تھے۔ان کو کسی اور کو استعمال ہی نہ کرنے دیا۔اور جنت کے سرداروں کے لئے نام بھی جنتی اور نام رکھنے والے تمام نبیوں کے امام۔ جنکے ناموں کی یہ شان ہے انکی ذاتوں کی کیا شان ہوگی؟

☆ جس رب کریم نے ان کے ناموں کی حفاظت فرمائی۔اس رب کریم نے انکی ذاتوں کی حفاظت نہیں فرمائی ہوگی؟

☆ اب یہاں ایک اور بات بھی ذہن میں آتی ہے۔کہ بخاری شریف میں ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو۔تو اسکا نام عبداللہ یا عبدالرحمان رکھو۔مگر جب اپنے بیٹوں کی باری آئی تو انکے نام یہ نہیں رکھے۔بلکہ حسن وحسین رضی اللہ عنہمارکھے۔میرے وجدان کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتانا چاہتے تھے۔کہ جن لوگوں کا ابھی ابھی کفر سے تعلق ٹوٹا ہے۔انکو چاہیے کہ وہ لوگ اپنے بچوں کے نام عبداللہ اور عبدالرحمان رکھیں۔مگر جنہوں نے آنکھ ہی کاشانہ نبوت میں کھولی ہوا نکے لئے نام بھی حسن ؓ اور حسین ؓ ہونے چاہئیں۔

☆ یہ روایت پڑھنے کے بعد مجھے بچوں کے نام رکھنے کا جو مسلمانوں کے ہاں فلسفہ ہے۔وہ بہت اچھی طرح سمجھ آیا۔کہ ہر جگہ لوگ اپنے بچوں کے نام محمد، حسن، حسین علی رکھتے چلے آرہے ہیں۔اسکی وجہ یقیناً یہی ہوگی۔کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو نام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھے اور دن رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے ادا ہوتے رہتے تھے۔ان ناموں کو اپنے بچوں کے نام پر رکھ کر دو فائدے حاصل کرتے ہیں۔کہ دنیا میں روزانہ وہی نام ادا کر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔اور آخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں ان ناموں کا صدقہ شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ عق عن الحسن و الحسین بکبشین کبشین

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن ؓ

اور امام حسینؓ کے عقیقہ میں دو دنبے ذبح فرمائے۔ (سنن النسائی: حدیث نمبر 4236)

☆ لغت میں ان بالوں کو عقیقہ کہتے ہیں۔ جو نومولود کے سر پر ہوتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں لڑکا یا لڑکی کی ولادت کے ساتویں روز جانور ذبح کرنے کو عقیقہ کہتے ہیں۔ لڑکے کی جانب سے دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکرا یا بکری ہے۔

اصل میں بچے یا بچی کے نام سے خون بہا کر اللہ تعالی سے اس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس نعمت خداوندی پر خوشی کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اب جن ہستیوں کے عقیقے خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے فرمائے۔ انکو حاصل ہونے والے فوائد کا کیا کہنا۔

امام حسینؓ کا گہوارے میں رونا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچنا:

عن زيد بن ابي زياد قال خرج رسول الله ﷺ من بيت عائشة فمر على بيت فاطمة فسمع حسينا يبكى فقال: الم تعلمى ان بكائه يؤذينى (نور الابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار۔ ص 139)

سیدنا زید بن ابو زیادؓ سے روایت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اور حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا۔ امام حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی! کیا آپ کو معلوم نہیں! ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

☆ قربان جاؤں امام حسین علیہ السلام پہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر شدید محبت کہ اپنے گھر میں والدہ ماجدہ کے پاس رونے سے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچتی تھی۔ تو ذرا درد دل سے سوچئے کہ جب تن تنہا امام حسین علیہ السلام کے جسم پاک پر برچھیوں، نیزوں اور تلواروں کے وار کئے گئے ہونگے۔ اس وقت دونوں جہان کے

میر و مختار کو پہنچنے والی تکلیف کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ بلکہ اس قدر تکلیف پہنچی کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف سے نکل کر کربلا کی تپتی ریت پر سے امام حسین علیہ السلام اور آپکے ساتھیوں کا خون بوتل میں محفوظ کرتے ہوئے اس حالت میں پائے گئے۔ کہ کربلا کی خاک مبارک آپکے سر کے بالوں اور چہرہ انور کے بوسے لی رہی تھی۔

شہزادوں کو گرمی لگنا بھی سرکار دو جہاں ﷺ کو گوارہ نہیں:

عن فاطمة سلام الله عليها قالت :ان رسول الله ﷺ أتا ها يوماً فقال : اين ابناى ؟ فقالت :ذهب بهما على فتوجه رسول الله ﷺ فوجدهما يلعبان فى مشربة وبين ايدهما فضل من تمر فقال : يا على لا تقلب ابنى قبل الحر (رواہ الحاکم المستدرک للحاکم:3/180،الرقم:4774)

حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: کہ ایک روز نبی پاک ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضرت علیؓ ان کو ساتھ لے گئے ہیں۔ نبی پاک ﷺ ان کی تلاش میں متوجہ ہوئے۔ تو انھیں پانی پینے کی جگہ پر کھیلتے ہوئے پایا۔ اور انکے سامنے کچھ کھجوریں بچی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! خیال رکھنا میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔

☆ قارئین: اندازہ لگائیں۔ کہ جن کی تلاش میں نوری فرشتوں کا سردار زمین پر آتا ہے۔ وہ خود حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی تلاش میں ہیں۔ اور والد گرامی حضرت مولا علی مشکل کشاءؓ کو فرمایا جا رہا ہے۔ کہ میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔ حالانکہ گرمی تو ہر بچے کو لگتی ہے۔ اور عموماً سب بچے گرمی میں کھیلتے بھی ہیں۔ مگر کہا یہ سب نہیں یہ حسنؓ ہے یہ حسینؓ ہے۔ ان کو گرمی بھی لگے۔ تو مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے بتانا چاہا کہ اے امام حسینؓ مجھے معلوم ہے۔ کہ تم پر بہت بڑا امتحان

آنے والا ہے۔ میں اس وقت ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرما چکا ہونگا۔ مگر ابھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں بھی ظاہری طور پر موجود ہوں اور تجھے کوئی تکلیف پہنچ جائے؟۔

☆ اور یہاں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنے "بیٹے" فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا فرشتے کے ذریعے شہزادوں کی حفاظت فرمانا:

ایک دن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پریشانی کے عالم میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب معلوم کیا۔ تو عرض گزار ہوئیں۔ میرے دونوں لخت جگر کہیں کھو گئے ہیں۔ نہ جانے اس وقت کہاں ہوں۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا دونوں شہزادے فلاں مقام پر سو رہے ہیں۔ اور انکی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے۔ دیکھا فرشتے نے ایک پر نیچے اور ایک پر اوپر رکھا ہوا ہے۔ اور دونوں شہزادے آرام فرما ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل دیئے۔ سر راہ حضرت ابوبکر صدیق غار یار رضی اللہ عنہ ملے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شہزادہ مجھے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ اور فرمایا:

"دیکھئے ان کے لئے سواری کتنی اعلیٰ ہے۔ اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اعلیٰ ہیں"

جب آپ مسجد شریف میں تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے افراد نہ بتاؤں۔ جو تمام مخلوق سے اعلیٰ ہیں؟

عرض کیا: فرمایئے:

کہا: ان بچوں کے نانا اور نانی۔ صحابہ نے تصدیق فرمائی۔ پھر فرمایا: ان کا نانا میں نانی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ سب سے بہتر ہیں۔ پھر ان کے والدین سب سے بہتر ہیں جو علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ پھر انکے چچا اور پھوپھی سب سے بہتر ہیں۔ چچا

حضرت جعفرؓ اور پھوپھی حضرت ام ہانیؓ ہیں۔ پھر انکے ماموں اور خالہ سب سے بہتر ہیں۔ انکے ماموں عبداللہ طیب وطاہر، قاسم وابراہیم رضی اللہ تعالی عنہما ہیں۔

(نزہت المجالس۔ للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوریؒ۔ ج2، ص547، طبرانی)

نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر خطبہ کو موقوف فرمانا:

چنانچہ جامع ترمذی۔ سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی شریف میں حدث مبارک ہے:

حدثنی عبداللہ بن بریدۃ قال سمعت ابی: بریدۃ یقول کان رسول اللہ ﷺ یخطبنا اذ جاء الحسن و الحسین علیہما السلام علیہما قمیصان احمر ن یمشیان ویعثران فنزل رسول اللہ ﷺ من المنبر فحملھما ووضعھما بین یدیہ ثم قال صدق اللہ (انما اموالکم واولاد کم فتنۃ) فنظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتھما

(جامع ترمذی۔ حدیث 4143۔ سنن ابی داود، حدیث 1111۔ سنن نسائی، حدیث 1396)

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت بریدہؓ کو فرماتے ہوئے سنا نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیض مبارک زیب تن کئے ہوئے آرہے تھے۔ تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے۔ امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھالیا۔ پھر (منبر شریف پر جلوہ افروز ہوکر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے سچ فرمایا: (تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آرہے تھے۔ لڑکھڑا رہے تھے۔ مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کر کے انھیں اٹھالیا ہے۔

☆اس حدیث پاک میں غور فرمائیں۔کہ راوی نے جونقشہ کھینچا ہے۔شہزادوں کے آنے کا۔کہ "سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کئے ہوئے آرہے تھے"۔سب سے پہلی بات قربان جاؤں ایسی تیاری پہ کہ جس ہستی نے ان کپڑوں کا انتخاب کیا ہے۔اور پھر یہ کپڑے اپنے پاک ہاتھوں سے تیار کئے ہیں۔وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔اور جن شہزادوں کو پہنائے گئے ہیں۔وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔اور قمیص بھی سرخ ہو اور ہو بھی دھاری دار اور اب اندازہ لگائیں کہ جب اس شان وشوکت کے ساتھ یہ نورانی شہزادے آئے۔تو دونوں جہانوں کے میر ومختار اور رسولوں کے امام نے۔

1۔ اپنا خطبہ مبارک چھوڑ دیا

2۔ نہ صرف اپنا خطبہ چھوڑا بلکہ منبر پہ تشریف فرما تھے۔کھڑے ہو گئے

3۔ نہ صرف کھڑے ہو گئے۔بلکہ منبر شریف سے نیچے تشریف لانا شروع کر دیا۔

4۔ نہ صرف نیچے تشریف لائے۔بلکہ شہزادوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

5۔ نہ صرف چلنا شروع کیا۔بلکہ بیقراری میں تیزی سے شہزادوں تک پہنچے۔اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

6۔ نہ صرف اٹھالیا۔بلکہ واپس جا کر منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے۔اور دوبارہ خطبہ مبارک کو شروع فرمادیا

اس سے پتہ چلا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتانا چاہا۔

1۔ جب میں منبر پر بیٹھ کر کچھ بولوں تو وہ دین، میں جس ادا سے اٹھ کر آؤں وہ دین۔حسنؓ وحسینؓ کو اٹھاؤں اور پیار کرتے ہوئے واپس آکر کے منبر پر بیٹھ جاؤں وہ دین۔اور پھر دوبارہ خطبہ شروع کردوں وہ دین۔

2۔ اور جب میں شروع میں تبلیغ کر رہا تھا وہ خطبہ جب دونوں شہزادوں کی طرف گیا اور پیار کرتے ہوئے اٹھا کر واپس منبر پر آیا۔وہ بھی خطبہ۔اور دوبارہ ہے تبلیغ

شروع کی وہ بھی خطبہ۔اب ذہن میں سوال اُٹھتا ہے۔کہ شروع اور آخر میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ فرمائی وہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ خطبہ ہے۔مگر یہ منبر کو چھوڑ کر جانا۔شہزادوں کو اُٹھانا۔پیار کرنا۔واپس آکر اپنے پہلوؤں میں بٹھانا۔یہ کیسے خطبہ ہوا۔کہا ضروری نہیں جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے وہ بات کچھ ہوتی نہیں۔اصل قصہ یہ ہے۔کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے۔کہ آپ کا ایک بیٹا خطبے کو اُس طرح جاری رکھے گا۔کہ مسلمانوں کے خون اس کے خطبے کی وجہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔اور دین کو بڑے نقصان سے بچا لے گا۔اور دوسرا بیٹا اُس وقت ایسے ایسے عظیم خطبے دے گا اور حق و باطل کو روز روشن کی طرح واضح کر کے چھوڑ دے گا۔کہ جب باطل اپنی پوری قوت کے ساتھ دین کو مٹانے کے لئے میدان میں سرگرم ہو چکا ہوگا۔اور پھر دنیا میں لوگوں نے تب تک ہی خطبے دیئے ہیں۔جب تک ان کی جان بدن میں ہوتی ہے۔مگر اے دنیا والو یاد رکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے کی جان اسکے بدن سے نکل چکی ہوگی۔سر اسکا نیزے پر چڑھا دیا گیا ہو گا۔تب یہ قرآن کی ایسی تلاوت کرے گا۔قرآن کی ایسی تفسیر بیان کرے گا۔ایسا خطبہ دے گا۔کہ جسکی مثال نہ کبھی پہلے تھی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی۔

☆ قارئین غور فرمائیں: شہزادے ہر دفعہ مسجد میں ہی تشریف لاتے ہیں۔کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ انکی والدہ ماجدہ کی کیا ارفع و اعلی تربیت ہے۔کہ بچپن سے ہی شہزادوں کو مسجد کی طرف بھیج دیا کرتی تھیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی کرامت نہیں کہ صحیح طرح چل نہیں سکتے مگر معلوم ہے۔کہ جانا مسجد میں ہے۔اور جانا بھی کسی اور کے پاس نہیں بلکہ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے۔

☆ اس حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''رفعتھما'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔اب جن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفعت عطا فرما رہے ہوں۔اپنے ساتھ منبر پر بٹھا

رہے ہوں۔ان کا مرتبہ کون گھٹا سکتا ہے' کون نیچا دکھا سکتا ہے۔؟

☆ یہ بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تشریف لائیں۔توانکی تعظیم کے لئے اگر منبر پر بھی ہوتو نیچے اتر آؤ۔اور پھران کو اپنی مجالس میں باقی لوگوں سے اونچے مقام پر بٹھاؤ۔اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اگر کوئی ضروری سے ضروری کام بھی کر رہے ہو۔تو اسکو چھوڑ کر پہلے انکی ضرورت کا خیال کرو۔

☆ اور یہ بھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کو ساتھ بٹھا کر بتا دیا۔کہ منبر میرا یا میرے بیٹوں کا ہے۔اسی لئے اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے شہزادوں کے کہنے پر منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیچے اتر آئے تھے۔اور اسی طرح انکو اٹھا کر اپنے ساتھ منبر پر بٹھالیا تھا۔(یہ واقعہ آئندہ آنے والا ہے)

☆ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یہ کیوں نہیں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے اتنے ضروری رکن کو چھوڑ کر۔ہم سب کو انتظار میں چھوڑ کر۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف کیوں تشریف لے گئے۔؟ دین کے مقابلے میں شخصیت پرستی کی راہ ہموار ہو رہی ہے (جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے)؟۔انہوں نے اس لئے نہیں کہا۔کہ وہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھنے والے لوگ تھے۔وہ جانتے تھے۔کہ اس میں بھی بے شمار راز چھپے ہوئے ہیں۔جو کے وقت آنے پر ظاہر ہونگے۔اور پھر واقعی جس حسین علیہ السلام کے لئے خطبے چھوڑے گئے۔انہوں نے ثابت کر دیا:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر سجدوں کو لمبا کرنا:

عن عبداللہ بن شداد عن ابیہ قال: خرج علینا رسول اللہ ﷺ فی احدی صلاتی العشاء وھو حامل حسناً او حسیناً فتقدم رسول اللہ ﷺ فوضعہ ثم کبر للصلاۃ فصلی فسجد بین ظہر انی صلاتہ سجدۃ أطالھا قال ابی فرفعت رأسی واذا الصبی علی ظہر رسول اللہ ﷺ وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ ﷺ الصلاۃ قال الناس یا رسول اللہ ﷺ انک سجدت بین ظہر انی صلاتک سجدۃ أطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر او انہ یوحی الیک ،قال کل ذلک لم یکن الغانہ الکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان أعجلہ حتی یقضی حاجتہ

(سنن النسائی۔حدیث 1149/ مسند احمد۔حدیث 16456/ المعجم الکبیر للطبرانی۔حدیث 6963/ السنن کبری بیھقی۔حدیث 3558/ السنن کبری للنسائی۔حدیث 727/ مصنف ابن ابی شیبۃ۔ج7،ص514/ مستدرک علی الصحیحین۔حدیث 6707_4759)

حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے۔وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب یا عشاء کی نماز کے لئے ہمارے پاس تشریف لائے۔اس حال میں کہ آپ حضرت امام حسنؓ یا اما حسینؓ کو اُٹھائے ہوئے تھے۔پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔اور انھیں بٹھا دیا۔پھر آپ نے نماز کے لئے تکبیر فرمائی اور نماز ادا فرمانے لگے۔نماز کے دوران آپ نے طویل سجدہ فرمایا۔میرے والد کہتے ہیں: میں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں اور شہزادہ رضی اللہ عنہ آپ کی پشت انور پر ہیں۔

تو میں پھر سجدے میں چلا گیا جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں پیش آیا۔ یا آپ پر وحی الٰہی کا نزول تو نہیں ہو رہا تھا؟

تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ سوائے یہ کہ

میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ اور جب تک اسنے اپنی حاجت پوری نہ کر لی میں نے عجلت کرنا پسند نہ کیا۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کاندھوں پر مختلف اوقات میں فرض نمازوں کے دوران سوار ہو جایا کرتے تھے۔۔۔۔مزید روایات یہ ہیں:

المعجم الکبیر۔ للطبرانی۔۔الرقم: 1141،6282،6259،7107

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا کیا ہی پیارا انداز ہے۔ کہ امام المرسلین شہزادے کو اُٹھا کر ساتھ لا رہے ہیں۔ اور اپنے ساتھ انکو مصلی امامت پر بٹھا دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرمانے لگے۔ دوران نماز راوی فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت طویل سجدہ فرمایا۔ تو میں نے سر اُٹھا کر دیکھا: کہ سرکار دوجہاں سجدے میں ہیں اور لاڈلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت انور پر سوار ہیں۔

پہلی بات روایت کرنے والے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے خوش نصیب ہیں۔ کہ ایسے دلفریب نظارے انکو دیکھنے کو میسر آئے۔ اور پھر کسی نے انکو یہ نہیں کہا۔ کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی کیونکہ تم نے دوران نماز سر اٹھا کر دیکھا۔

☆ صحابہ نے اپنے اجتہاد سے جو سمجھا۔ وہ پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حادثہ تو نہیں پیش آیا یا وحی کا نزول تو نہیں ہو رہا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں باتوں کی نفی فرمائی۔ اور فرمایا: اصل میں

''میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ اور جب تک اسنے اپنی'' حاجت'' پوری نہ کر لی

میں نے جلدی کرنا پسند۔ ناپسند نہ کیا"

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے ۔کہ شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت کیا تھی ۔؟اسکے لئے آپ کو یاد کراتا ہوں وہ واقعہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضور مولا کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا تھا۔ کہ اے علی میرے اوپر سوار ہو کر کعبے کے اندر جتنے بت ہیں۔ انکو گرادو۔ جب وہ یہ کام سرانجام دے رہے تھے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تھا۔ اے علیؓ کیسا محسوس کر رہے ہو۔ تو جواباً آپ نے فرمایا تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حالت ایسی ہے۔ کہ اگر آپ اجازت دیں تو عرش کا پایا پکڑ لوں۔ اب غور فرمائیں۔ کہ جو ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک پر سوار ہو۔ اسکی نظر عرش کے پائے تک پہنچتی ہے۔

تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت نماز میں جب کہ آپ اللہ تعالی سے ہمکلام ہو رہے ہوں اس وقت سواری کرے۔ تو یقیناً اس کی نظر مالک کے دیدار کے مزے لوٹ رہی ہوگی۔ اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان حال سے یہ بھی بتانا چاہا۔ کہ جب دوران نماز میری مرضی تھی کہ قبلہ بدل جائے۔ تو رب تعالی نے فرمایا: میرے یار نماز ہے میری اور قبلے کی تبدیلی ہے مرضی تیری۔ ہم کہتے ہیں۔ ہماری نماز کو روک لے اور پہلے تو اپنی مرضی پوری کر لے۔ آج جب میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوا۔ جبکہ میں رب تعالی سے نماز کی حالت میں ہمکلام تھا۔ تو میرے بیٹے کی حاجت تھی۔ کہ وہ اللہ تعالی کے دیدار کے مزے لوٹے۔ تو رب نے مجھے اجازت دی کہ او میرے یار آج تیرے بیٹے کی مرضی ہے کہ وہ، کہ وہ ہمارے دیدار کے مزے لوٹے۔ تو چونکہ او میرے یار! تو کہہ چکا ہے کہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اسلئے آج پھر تیرے جگر کے ٹکڑے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ نماز ہے ہماری اور تیرے یار کی مرضی ہے دیدار۔ تو ہم کہتے ہیں ہماری نماز کو روک لو اور اسکو اپنی مرضی پوری کر لینے دو۔

☆ یہ بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جب اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرد آپکے ضروری سے ضروری کام کے دوران آجائے۔ تو اپنا کام روک کر پہلے اسکی حاجت کو پورا کرنا چاہیے۔ اور اسے اپنی جگہ پہ بٹھانا چاہیے۔

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں:

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

انهم خرجوا مع النبی ﷺ الی طعام دعواله۔ فاذا حسین یلعب فی السکة، قال فتقدم النبی ﷺ امام القوم وبسط یدیه فجعل الغلام یفرهھنا وهھنا ویضاحکه النبی ﷺ حتی اخذه فجعل احدی یدیه تحت ذقنه والاخری فی فأس رأسه فقبله وقال: حسین منی وانا من حسین، احب الله من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط (سنن الترمذی۔ 204/4۔ ابن ماجہ۔ 15/1)

چند صحابہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دعوت پر گئے۔ جسکے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ پس اچانک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گلی میں کھیل رہے تھے۔ صحابی کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہنسا رہے تھے۔ یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پکڑا اور اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور ایک ہاتھ سر کے پچھلی طرف رکھا اور (رخسار امام پاک پر) بوسہ دیا اور فرمایا:

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

اللہ تعالی اس شخص سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے

حسین بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے

یہ روایت ''حسین منی وانا من حسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط '' کے متن کے ساتھ

عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن ابی راشد عن یعلی العامری کی سند سے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔

(مسند امام احمد و فضائل الصحابة ،مصنف ابن ابی شیبه ،المستدرك للحاكم ، صیح ابن حبان، المعجم الكبير للطبرانی، سنن ابن ماجه ،سنن الترمذی)

اس کی سند حسن ہے ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور اسے ابن حبان، حاکم اور ذھبی نے صحیح کہا ہے

☆ قارئین: مذکورہ بالا روایت میں نبی پاک ﷺ نے ایک خاص انداز سے امام حسین علیہ السلام کے رخساروں پر بوسہ دیا۔ آج بھی مسلمانوں کے ہاں جب خاندان کی بزرگ خواتین اپنے بچوں سے ملتی ہیں تو وہ اسی طرح ملتی ہیں ۔یعنی وہ سنت رسول ﷺ کو مدنظر رکھتی ہیں۔

☆ نبی پاک ﷺ کی امام حسینؓ سے محبت کی شدت کا اندازہ لگایئے۔ کہ جب جب نبی پاک ﷺ آپؓ کو دیکھتے تھے۔ تو آس پاس کے ماحول سے بے نیاز ہو جاتے ۔ جب خوب پیار فرما لیتے۔ تو دیکھنے والوں کے ذہنوں میں اس شدید محبت کے بارے میں جو سوال آتے تھے۔ انکے جوابات بھی ساتھ ہی فرما دیا کرتے تھے۔

☆ مذکورہ بالا روایت میں جب نبی پاک ﷺ نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو پیار فرما لیا۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین (اور جو آئیندہ قیامت تک آنے والے لوگ تھے) کو مخاطب کرتے ہوئے اتنا پیار کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں: کہ

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

اس فرمان کے جہاں اور بے شمار پہلو ہیں۔ وہاں یہ بھی بتانا چاہا۔ کہ میرے پردہ فرمانے کے بعد ایسے لوگ پیدا ہونگے۔ جو اس بات پر جھگڑے کریں گے۔ کہ یہ میری اولاد میں ہیں کہ نہیں۔ انکے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا چاہیے کہ نہیں۔ چنانچہ جب اس طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑے تو اس وقت میرا یہ فرمان یاد کرا دینا۔ کہ جب میں نے یہ کہہ کر بات ہی ختم کردی کہ ''حسین مجھ سے ہے'' اور اگر پھر بھی کوئی تردد باقی رہے تو میں اس سے بھی بڑی بات کہہ دیتا ہوں۔ کہ '' میں حسین سے ہوں''۔

☆ ''حسین مجھ سے ہے'' یعنی حسینؓ کی اصل میں ہوں، مصدر حسینؓ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور (میں حسینؓ سے ہوں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا مظہر ذاتِ حسینؓ ہے۔ پیدائش سے لے کر کربلا تک حسینؓ مجھ سے ہے۔ اور کربلا سے لیکر آج تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؓ سے ہیں۔

☆ اللہ کا محبوب بننے کا سب سے آسان طریقہ بھی ارشاد فرما دیا۔ کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا چاہتا ہے۔ اسکو چاہیے کہ وہ امام حسین علیہ السلام (امام حسن علیہ السلام کے بارے میں بھی ایسے ہی ارشاد ہوئے ہیں) سے پیار کرے۔

☆ اس حدیث میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان نبوت سے امام حسین علیہ السلام کو اپنا بیٹا فرمایا۔

لعاب امام حسنؓ امام الانبیاءؑ کے کاندھے پر:

حدثنا عبداللہ قال: حدثنا ابی قثنا وکیع ناحماد بن سلمة عن محمد عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ رایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم حامل الحسن بن علی علی عاتقه ولعابه یسیل علیه (فضائل الصحابۃ۔ امام احمد بن حنبل۔ حدیث 1370)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ

نے سیدنا حسن بن علیؓ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا تھا۔ اور انکے منہ مبارک کا لعاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر بہہ رہا تھا۔

☆ ذرا سوچئے کہ جس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے کوئی شخص اپنی آواز اگر اونچی کر دے۔ تو اسکے سارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ جس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک عرش بریں پر لگتے ہوں اسکا کندھا مبارک ہو۔ اس پر کوئی سوار ہو۔ سوار نہ ہو بلکہ اسکا لعاب اس کندھے مبارک پر گر رہا ہو۔ پھر اس ہستی کی عظمتوں کا کیا کہنا؟

☆ جن کی آواز سے کسی کی آواز اونچی ہو گئی۔ اسکے سارے اعمال ضائع۔ مگر یہاں تو کسی کا لعاب دہن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر گر رہا ہے۔ کوئی آیت نہیں اتری، کوئی حکم نہیں آیا۔ کہا یہ کوئی نہیں ہے۔ یہ حسنؓ ہے۔ جو جز و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت امام حسنؓ تاجدارِ انبیاءؑ کے سینہ اقدس پر:

حدثنا عبداللہ قال: حدثنی ابی نا وکیع نا بن ابی لیلی عن اخیہ عیسی بن عبدالرحمن عب ابیہ عبدالرحمن عن جدہ قال: کنا عند النبی ﷺ فجاء الحسن بن علیؓ یحبو حتی صعد علی صدرہ فبال علیہ فابتدرنہ خذہ فقال النبی ﷺ ابنی ابنی ثم دعا بماء فصبہ علیہ

(فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبلؒ۔ حدیث 1385)

عبدالرحمن اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ان کے دادا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو سیدنا امام حسنؓ گھسیٹتے ہوئے آ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر بیٹھ گئے۔ اور پیشاب کر دیا۔ تو ہم نے ان کو پکڑنا چاہا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (چھوڑو) بیٹا ہے۔ (چھوڑو) یہ میرا بیٹا ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس پر بہا دیا۔

☆ جس ہستی کے بدن پاک پر رب تعالی کبھی مکھی نہ بیٹھنے دے اس ہستی کے سینہ اقدس پر کوئی پیشاب کر دے۔؟ اسی وجہ سے صحابہ کرام نے جب پکڑنا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ چھوڑ دو۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور پھر اے امام حسن علیہ السلام آپ کی عظمتوں کے کیا کہنے۔ کہ محبوب خدا، نبیوں کے امام نے خود اپنے اُس دست اقدس سے اسکو صاف فرمایا۔ کہ جو قیامت کی گرمی میں اٹھ جائیں گے۔ تو رب تعالی قیامت کا حساب وکتاب شروع فرمائے گا۔ اور گرمئ قیامت میں جس کے کندھے پر رکھ دیئے جائیں گے۔ اسکے بیڑے پار ہو جائیں گے۔

☆ میرا گمان کہتا ہے۔ کہ آسمانوں میں کتنے ہی فرشتوں نے رب کریم کی بارگاہ میں عرضیاں پیش کی ہونگی کہ مولا کریم ہمیں اجازت دے کہ ہم جائیں اور یہ سعادت ہم حاصل کریں (جیسا کہ ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے ساتھ کوئی شے لگ گئی۔ تو جبریل امین کو بھیجا گیا۔ کہ وہ آپ کو آگاہ فرمائیں)۔ مگر رب کریم نے فرمایا ہوگا۔ او میرے فرشتو بے شک تم سچے ہو۔ مگر یہاں میرے یار کی مرضی حائل ہو گئی ہے۔ کہ وہ شہزادے کے پیشاب کو خود صاف کرنا چاہتے ہیں۔

سواری کی تعریف حضرت عمر فاروقؓ کی زبانی اور سوار کی تعریف سرکارؑ کی زبانی:

خلیفہ ثانی، دعاء مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر فاروقؓ بیان فرماتے ہیں: کہ

رایت الحسن والحسین علی عاتقی النبی (صلی الله علیه وآله وسلم) فقلت نعم الفراس تحتکما فقال النبی (صلی الله علیه وآله وسلم) ونعم الفارسان (مجمع الزوائد۔9/185)

میں نے امام حسنؓ وامام حسینؓ کو دیکھا۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھے۔ میں نے کہا: تمہارے نیچے کتنی اچھی سواری ہے۔ (جسکے جواب میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: (اگر سواری کمال کی ہے تو) سوار ہونے والے بھی تو کیا ہی اچھے ہیں:

اسی طرح ترمذی میں ہے۔ کہ

عن ابن عباس قال كان رسول اللهﷺ حامل الحسن بن علی علی عاتقه فقال رجل: نعم المركب ركبت يا غلام فقال نبیﷺ: نعم الراكب هو

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ حضرت امام حسنؓ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا: اے لڑکے: تو کتنی اچھی سواری پر سوار ہے۔ (تو جوابا) نبی پاک ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو کیا ہی اچھا ہے۔

(ترمذی۔ الرقم:3784 / حیاۃ الصحابہ ج3: ص512)

☆ جب سوار کو مخاطب کر کے کہا گیا۔ تمہارے نیچے سواری کتنی اچھی ہے۔ تو نبی پاک ﷺ کا فرمانا یقینا سواری تو بہت اچھی ہے۔ مگر سوار بھی تو دیکھو ناں کون ہے۔ اسکا بھی تو ذکر کرو ناں۔ اور پھر نبیوں کے تاجدار ﷺ نے خود زبان نبوت سے سوار کی تعریف فرمائی۔ اور بتانا چاہا کہ سوار اور سواری میں کوئی جوڑ نہ ہو، کوئی مناسبت نہ ہو تو حسن کے، تعریف کے کوئی پہلو بیان کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ مگر یہاں خود حسن کے پاس اور تعریف کے پاس وہ زبان کہاں جو سوار اور سواری کے حسن اور تعریف کو بیان کر سکے۔ سواری امام الانبیاء اور سوار نبی پاک ﷺ کے جسم اطہر کے ٹکڑے، جزو رسول ﷺ

☆ جس ہستی کی اچھائی، شان خود اللہ کے محبوب فرما رہے ہوں۔ آج انکی شان سوائے بد بخت، شقی، بے اصل اور جہنمی کے اور کون گھٹانے کی کوشش کرے گا۔ ہاں البتہ وہ اپنی اصل ضرور ظاہر کر دیتا ہے۔

☆ جس ہستی کے پاؤں مبارک کی تلیوں پر نوری فرشتوں کے سردار کے لب لگ

رہے ہوں۔تو اس کے کندھوں پر بیٹھنے والوں کی شان کا پھر کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

☆ جس ہستی کے نعلین پاک عرش پہ پڑتے ہیں اس ہستی کے کندھوں کے سوار کا نام حسنؓ ہے۔اسکی ہستی کے کندھوں کے سوار کا نام حسینؓ ہے۔

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتانا چاہا۔کہ میں نے اپنے کندھوں پہ بٹھا کر حسن و حسینؓ کو وہ ارفع و اعلیٰ شان عطا کر دی ہے۔کہ انکی شان اب اوپر کی طرف ہی جائے گی۔نیچے کبھی نہ آئے گی۔اور جب بھی میرے شہزادوں کا ذکر کرنے لگو تو پہلے اپنے اپنے چہروں کو اوپر کی طرف حرکت دو اور پھر انکی شان ارفع بیان کرو اعلیٰ سے اعلیٰ بیان کرو۔کیونکہ انکی شان اب بلندی کی طرف جائے گی پستی کی طرف کبھی نہ جاسکے گی۔جس کو میں بلندی کی طرف لے کر جانا چاہوں۔اسکو کون پستی کی طرف لے جاسکتا ہے۔

☆ براق پر سوار ہونیوالی ہستی۔خود امام حسنؓ کی سواری امام حسینؓ کی سواری۔

☆ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جس سواری پہ ایک دفعہ تشریف فرما ہو جائیں۔اسکو سواریوں کی صفوں میں بے مثل کر کے چھوڑ دیں۔جس تلوار کو ایک دفعہ استعمال فرمالیں اسکو تلواروں کی صفوں میں یکتا کر کے چھوڑ دیں۔تو جسکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر سوار فرما لیں۔اور جو بنا ہی خون رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔اسکی مثل بھلا کہاں مل سکتی ہے۔

میرے ماں باپ ان پر قربان

امام ابو نعیمؒ اور امام بیہقیؒ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔کہ اچانک امام حسنؓ اور امام حسینؓ آئے۔وہ دونوں بچے تھے۔سو جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں

گئے۔ تو وہ آپ کی پشت پر کودنے لگے۔ لوگ ان دونوں کی طرف بڑھے۔ تا کہ انہیں ہٹا دیں۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ذروھما بابی و امی من احبنی فلیحب ھذین

انھیں رہنے دو! ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے محبت کرے

(حلیۃ الاولیاء ج8 ص305 / السنن الکبری للبیہقی ج2 ص263)

☆ تمام صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ مگر قربان جاوں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ میرے ماں باپ حسنؓ و حسینؓ پر قربان۔

☆ اور پھر فرمایا جو مجھ سے محبت کا دم بھرنے والے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ ان دونوں شہزادوں سے بھی محبت کریں۔ یعنی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب ذکر کرو تو محبت حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی ذکر کرو۔

حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کا تختیاں لکھنا اور خدائی فیصلہ:

چنانچہ امام صفوریؒ لکھتے ہیں:

کتب الحسن و الحسین فی لوحین وقال کل واحد منھا خطی احسن الحکم الی الفاطمۃ فدفعت الحکم الی جدھا فقال: لا یحکم بینھما الا جبریل فقال جبریل لا یحکم بینھما الا رب العزۃ فقال: رب العزۃ یا جبریل خذ تفاحۃ من الجنۃ واطرحھا علی اللوحین نحن وقعت علی خطہ فھو احسن فلما القھا قال اللہ تعالی کونی نصفاً نصفاً فوقع نصفھا علی خط الحسن والنصف الاخر خط الحسین

امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے دو تختیوں پر لکھا اور ان میں سے ہر ایک کہنے لگا: میرا خط اچھا ہے۔ پھر اپنے والد گرامی حضرت علیؓ سے فیصلہ چاہا۔ انہوں نے سیدہ فاطمہؓ کے پاس فیصلہ کے لئے بھیجا۔ سیدہ فاطمہؓ نے اپنے بچوں کو نانا جان کی بارگاہ میں بھیجا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا فیصلہ جبریل علیہ السلام کریں گے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا سوائے رب العزت کے ان دونوں شہزادوں کا فیصلہ کوئی نہیں کرے گا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اے جبریل جنت سے ایک سیب لے کر ان دونوں تختیوں پر ڈال دو۔ جسکی تحریر پر وہ گرے۔ وہی بہتر ہے۔ جب جبریل نے سیب لا کر ڈالا۔ تو خدا تعالی نے اسے حکم دیا۔ کہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جا۔ پس وہ آدھا امام حسنؓ کے خط پر اور آدھا امام حسینؓ کے خط پر گر پڑا۔ (یعنی رب کریم کا فیصلہ ہے کہ دونوں کا خط اچھا ہے) (نزہتہ المجالس۔ص193)

☆ جن کی دل آزاری حضور مولائے کائنات علیہ السلام نہیں کرنا چاہتے، سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نہیں کرنا چاہتیں، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کرنا چاہتے، جبریل امین نہیں کرنا چاہتے بلکہ خود رب ذوالجلال نہیں کرنا چاہتا۔ انکی دل آزاری پھر کسی اور کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے۔؟ اب ذرا اندازہ لگایئے جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے بچوں کو شہید کیا۔ ان لوگوں نے صرف دل آزاری نہیں کی بلکہ قیامت آنے سے پہلے ان پاکوں پر قیامت ڈھا دی۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے روایت بیان فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں

کان الحسن والحسین یصطر عان بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حسنین کریمین ؓ سے بیعت لینا:

حضرت امام جعفر صادق ؓ اپنے والد حضرت امام محمد باقر ؓ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسن ؓ و امام حسین ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ اور عبداللہ بن جعفر ؓ سے بیعت لی جبکہ یہ نابالغ بچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے سوا کسی بچے سے بیعت نہیں لی۔

(البدایہ والنہایہ۔ 8/226)

☆ اسکا مطلب ہے۔ کہ وہ بچپنے میں ہو کر کے بھی شعور کی بلندیوں پر تھے۔

شہزادوں کا بیمار ہونا اور انعاماتِ الٰہیہ کی برسات

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن ؓ اور حضرت امام حسین ؓ بیمار ہو گئے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام انکا حال دریافت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ تو کچھ صحابہ کرام نے کہا: اے مولا علی ؓ آپ کوئی نذر مانیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا ؓ نے فرمایا: میں آج سے ہی نذر مانتا ہوں کہ میں اور میری زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا شہزادوں کو آرام آنے پر تین (۳) روزے رکھیں گے۔ شہزادوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی۔ اب ان تین روزوں کی نذر پوری کرنی تھی۔ چنانچہ جب روزہ رکھ لیا گیا۔ تو افطاری کے لئے گھر پر کوئی چیز نہیں تھی۔ حضور مولا کائنات ؓ بطور قرض کسی سے کچھ "جو" لائے۔ سیدہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے ان کو چکی میں پیس کر آٹا تیار کیا۔ شام کو جب کھانا تیار فرما لیا۔ روزہ کی افطاری پانی سے فرمالی۔ بعد نمازِ مغرب جب حضور مولا کائنات ؓ اور سیدہ فاطمہ ؓ اور حسنین کریمین ؓ دستر خوان پر کھانا رکھ کر تناول فرمانے لگے۔ تو ابھی ایک لقمہ بھی کسی نے نہیں اُٹھایا تھا۔ کہ باہر دروازے سے آواز آئی:

اے نبی کے گھر والو: میں مسکین ہوں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دیجئے۔ اللہ تعالیٰ

آپ کو جنت کے خوانوں پر کھلائے گا۔

یہ سن کر حضور مولا مرتضیٰؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا: تمام دستر خوان کا کھانا اٹھاؤ اور مسکین کے حوالے کر دو۔ ہم پانی پی کر سو جائیں گے۔ معلوم نہیں سائل کتنے دنوں کو بھوکا ہے۔ سب کھانا اٹھالیا اور مسکین کو دے دیا۔ اب دوسرا روز بھی پانی پی کر سحری کا وقت گزار لیا۔ پھر سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا نے جو پیس کر کھانا تیار فرمایا: افطاری پانی سے فرمائی اور اسی طرح بعد نماز مغرب جب کھانا دستر خوان پر رکھا۔ ابھی ایک لقمہ بھی نہیں اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی:

اے نبی کے گھر والو: میں یتیم ہوں اگر کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اے علی مرتضیٰؓ ہم تو پانی سے وقت گزار لیں گے۔ خواہ کتنی بھوک لگی ہو۔ تمام کھانا یتیم کو دے آئیں۔ چنانچہ آپ نے وہ سارا کھانا یتیم کو دے دیا۔ سحری کے وقت پھر پانی پی کر روزہ رکھ لیا۔ رات کو سیدہ نے پھر بڑی مشقت سے کھانا تیار فرمایا: نماز مغرب کے بعد جب کھانا دستر خوان پر رکھا۔ تو سب نفوس قدسیہ نے ابھی ایک لقمہ بھی نہ لیا تھا۔ کہ دروازے پر آواز آئی:

اے نبی کے گھر والو: میں اسیر (یعنی غلام) ہوں۔ بھوکا ہوں۔ کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔

سیدہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اے علی مرتضیٰؓ تین روزوں کی منت تو پوری ہوگئی ہے۔ اور پانی پی کر وقت گزار لیا ہے۔ میرا خیال ہے سب کھانا اسیر کو دے دیں۔ آپ نے سارا کھانا اٹھایا اور اسیر کو دے دیا۔ اب چوتھا روز ہو گیا تھا بھوک کی وجہ سے چلنے پھرنے کی طاقت نہیں تھی۔ نبی پاک ﷺ تشریف لائے۔ تو دیکھا کہ آپ شہزادے اور شہزادی اور انکے والد گرامی اتنے دن سے بھوکے ہیں آپ بے قرار ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام خدمت اقدس میں

حاضر ہوئے۔اور صلوۃ وسلام کے بعد عرض کیا مبارک ہوا ے اہل بیت نبوت مبارک ہو۔تمہاری ادا اللہ تعالی کو پسند آگئی ہے۔تم نے خود پانی پی کر روزے رکھے اور سائلوں کو دروازے سے تین دن تک خالی نہ موڑا۔اور سارا کھانا انکے سپرد کر دیا۔اللہ تعالی نے تمہارے حق میں آیات نازل فرمائی ہیں

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا۔وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔اور اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی برائی پھیلی ہوئی ہے،اور کھانا کھلاتے ہیں۔اسکی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو،ان سے کہتے ہیں،ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں،تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے،تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا،اور انھیں تازگی اور شادمانی دی،اور ان کے صبر پر انھیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے۔جنت میں تختوں پر تکیے لگائے ہونگے،نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے،نہ ٹھٹھر،اور اس کے سائے ان پر جھکے ہونگے،اور اسکے گچھے جھکا کر نیچے کر دئے گئے ہونگے،اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا،جو شیشے کے مثل ہو رہے ہونگے۔کیسے شیشے چاندی کے۔ساقیوں نے انھیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا،اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے،جسکی ملونی ادرک ہوگی،وہ ادرک کیا ہے۔جنت میں ایک چشمہ ہے۔جسے سلسبیل کہتے ہیں اور انکے آس پاس خدمت میں پھریں گے۔ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انھیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں۔بکھیرے ہوئے۔اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے۔اور بڑی سلطنت اسکے بدن پر ہیں۔کریب کے سبز کپڑے اور قنادیر کے،اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے،اور انھیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ان سے

فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

(تفسیر کبیر ج 8 ص 376: روح البیان ج 6 ص 546: تفسیر خازن و مدارک ج 4 ص 340)

☆ گھر کے بڑوں کا تو سمجھ آتا ہے۔ کہ انہوں نے تین دن بھوکے رہنے کی قربانی کی، مگر بچوں نے بھی اسی طرح کی قربانی کی۔ اسکا مطلب اہلبیت اطہار کے بچوں جیسا کوئی بچہ نہیں۔

☆ اور یہ بات بھی واضح ہوئی کہ انکے در سے کبھی کوئی خالی نہیں گیا، مانگنے والا آئے تو سہی یہ خود بھوکے رہ لیں گے، مگر سائل کو خالی ہاتھ نہیں بھیجیں گے۔

☆ اور پھر صلہ بھی کیا ملا، کہ جبریل امین آکر ان کو مبارک باد دیتے ہیں، اور انکے حق میں قرآن عظیم کی آیت مبارکہ نازل ہونے کی خوشخبری سناتے ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاص گواہی:

محمد بن سعد لکھتے ہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطوط پر کبھی گواہ کا نام بھی لکھواتے تھے۔ کبھی ایک گواہ، کبھی دو گواہ، کبھی زیادہ۔ ایک خط پر امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی گواہی موجود ہے۔

(الطبقات الکبری۔ 289:1)

☆ سب سے پہلی بات کہ گواہی اسکی ہوتی ہے جو کسی چیز کا مالک ہو۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

(بخاری شریف: 6426،540)

اسی لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اسکا مطلب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حبیب ہو کر زمین کے خزانوں کے مالک تو امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب ہو کر انہی خزانوں کے مالک کیوں نہیں؟

☆ اور دوسرا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتانا چاہا۔ کہ خط پر جو باتیں اور معاہدہ میں نے کیا ہے۔ اگر میں موجود نہ ہوں تو میری غیر موجودگی میں میرے بیٹے حسن و حسین علیہما السلام ان باتوں اور معاہدے کو پورا کریں گے۔

جنابِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر اور روشنی:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال : كان رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) يصلى صلاة العشاء وكان الحسن و الحسين يثبان على ظهره فلما صلى قال ابو هريرة يارسول الله علیہ السلام ألا اذهب بهما الى أمهما فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : لا فبرقت برقة فما زال فى ضوء ها حتى دخلا الى امها ۔

(فضائل الصحابۃ ۔امام احمد بن حنبل،حدیث 1401 (مسند امام احمد ۔ 2/ 513)المستدرک 3/ 167 /مجمع الزوائد۔حدیث 15076_15072)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء پڑھا رہے تھے۔اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر چڑھ اور اتر رہے تھے۔نماز کے بعد میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انھیں انکی والدہ کے پاس لے جاتا ہوں' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں ۔اسی دوران اچانک بجلی چمکی ،اور وہ مسلسل ان کے سامنے روشنی کرتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی والدہ کے پاس گھر میں داخل ہو گئے۔

مسند امام احمد میں یوں آیا ہے۔ کہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء پڑھا رہے تھے۔ کہ اچانک حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آ کر آپ کی پشت پر چڑھ گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سر مبارک اُٹھاتے تو پیچھے سے ان دونوں کو بڑے پیار سے پکڑ لیتے اور زمین پر رکھ دیتے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے۔ وہ پھر سوار ہو جاتے یہاں تک کہ آپ نے نماز مکمل کر لی۔ اور ان دونوں کو اپنی ران مبارک پر بٹھایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کی میں انھیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔ اتنے میں اچانک تیز بجلی چمکی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنی والدہ کے پاس چلے جائیں پھر اس وقت تک روشنی رہی جب تک کہ وہ گھر میں داخل ہو گئے۔

☆ سب سے پہلی بات کہ بقول حضرت ابو ہریرہؓ عشاء کی نماز باجماعت ہو رہی تھی۔ تو دوران نماز حضرت ابو ہریرہؓ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دونوں جہانوں کے میر و مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر سواری کے مزے لوٹتے ہوئے دیکھ کر خود اس منظر کے مزے لوٹ رہے تھے۔ کہنے والے نے کہا ہو گا۔ کہ اے حضرت ابو ہریرہؓ آپکی نماز نہیں ہوئی؟ تو زبان حال سے انہوں نے جواب دیا ہو گا۔ کہ اے سوال کرنے والے یہ تو بتا جب دوران نماز تو حسن و حسین علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے۔ اگر تب تیری نماز نہیں ٹوٹتی تو دوران نماز ان کو دیکھنے سے میری نماز کیسی ٹوٹی ہے۔ بلکہ جو کچھ میں نے نماز میں حاصل کیا ہے۔ وہ تو قسمت کا ستارہ چمک اٹھے تو حاصل ہوتا ہے۔

☆ پھر یہ بات کہ شہزادے کبھی بھی کسی اور کے کندھوں پر جا کر نہیں بیٹھے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جیسی عظیم ہستیاں بھی ان سے بے حد محبت فرماتی تھیں۔ کہا شہزادے جانتے تھے کہ نانا جان کے کندھوں پہ بیٹھ کر جو پردے ہٹتے ہیں

وہ کسی اور کے کندھے پر کہاں میسر۔ جو راز کھلتے ہیں وہ کسی اور کے کندھوں پر کہاں میسر جو بلندیاں ملتی ہیں وہ کسی اور کے کندھوں پر کہاں میسر اور پھر شہزادوں کی بلندی مرتبہ پر قربان کہ جن کا سواری کے لئے پہلا قدم ہی اس ہستی کے کندھوں پر جا پڑتا ہے۔ کہ جنکے نعلین پاک کو عرش چومتا ہو۔

اور پھر انکی شانوں کا اندازہ کون لگائے۔ کہ سارا زمانہ جنکے پاک قدموں میں بیٹھنے کو ترسے۔ اس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر کسی کے پاؤں ہوں

☆ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے شہزادوں کو گھر لے جانے کی اجازت مانگی۔ تو مدینے والی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں''۔ مطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات جانتی تھی کہ جب رب کائنات میرے بیٹوں کے لئے روشنی کا بندوبست فرمانے لگے ہیں تو میں تمہیں کیوں بھیجوں۔ اور پھر یہ شہزادوں کی کرامت تھی کہ روشنی تب تک ٹھہری رہی جب تک وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہو گئے۔

☆ پھر سوال اٹھتا ہے کہ بجلی کو کسی کے لئے انتظار کرنے کی کہاں عادت ہے۔ یہ کسی کے لئے بھلا کب رکتی ہے۔ تو زبان حال سے اسنے جواب دیا۔ کہ جن کی حاجت کے لئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدوں کو طول دے دیتے ہوں۔ انکے لئے میں اپنی روشنی کو طول نہ دوں تو پھر کیا کروں۔ بلکہ میری تو سعادت ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کے کسی کام آئی۔

سب گھرانہ نور کا

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالی نے مجھے اور علی کو عرش کے پاس دو نور بنا کر تخلیق فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بنائے جانے سے دو ہزار سال قبل ہم دونوں اللہ تعالی کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے

تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ تو انکی پشت میں ہمیں ودیعت فرمایا۔ پھر ہم مسلسل پاک پشتوں اور پاک رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے ۔عبدالمطلب کی پشت میں پہنچے۔ پھر وہ نور دوثلث حضرت عبداللہؓ اور ایک ثلث حضرت ابوطالبؓ کی پشت میں رکھے گئے۔ اور پھر نور مجھ سے علیؓ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا میں جمع ہوئے۔ پس حسن و حسین رضی اللہ عنہما رب العلمین کے دو نور ہیں۔

(نزہت المجالس۔ للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری شافعیؒ۔ ج1، ص541)

اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں:

عن سلمان قال سمعت حبیبی رسول اللہ ﷺ یقول: کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ عزوجل قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذلک النور جزئین فجزء انا وجزء علیؑ

(فضائل الصحابۃ: للامام احمد بن حنبل۔ رقم: 1130 / مناقب علی بن ابی طالب و ما نزل من القرآن فی علی۔ للامام ابن مردویہ / فرائد السمطین۔ للامام جوینی / میزان الاعتدال۔ للذھبی / ینابیع المودۃ / لسان المیزان۔ ابن حجر عسقلانی / تاریخ مدینۃ دمشق)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں اور علیؓ اللہ تعالیٰ کے سامنے نور تھے۔ خلقت آدم سے 41 ہزار سال پہلے۔ جب آدم کو پیدا کیا گیا۔ تو اللہ نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ میں دوسرا علی ہے۔

اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے فرمایا ہے:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور پھر:

نورو بنتِ نورو زَوجِ نورو اُمِ نورو نور
نورِ مطلق کی کنیز اللہ دے لہنا نور کا

اس شعر میں لفظ ''نور'' کا کل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یہ شعر طیبہ طاھرہ حضرت فاطمۃ الزھراہ سلام اللہ علیھا کی شان پاک میں ہے۔ شعر میں لفظ نور سات الگ الگ معنوں میں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا

دوسری مرتبہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک

تیسری مرتبہ سے مراد حضرت مولا مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

چوتھی مرتبہ سے مراد حضرت امام حسن علیہ السلام

پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام

چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تعالی کی نور اور ساتویں مرتبہ جو لفظ نور ہے۔ اسکے معنی ہیں نور ایمان، روشنی چمک وغیرہ۔

اب شعر کے معنی یہ ہوئے کہ: سیدۃ النسا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نور ہیں ۔اور وہ نور نبی کی بیٹی ہیں۔ اور نور (حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ) کی زوجہ ہیں۔ اور نور (حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ) و نور (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ) کی والدہ ہیں۔ اور نور (اللہ تبارک وتعالی) کی کنیز یعنی بندی ہیں۔

☆ یعنی حضور مولا کائنات علی شیر خدا رضی اللہ تعالی ہم اصل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ اگر حضور مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہم اصل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو کر بھی نبی نہیں ہو سکتے تو کسی اور کے لئے کیا چانس ہے۔ سوائے جہنم خریدنے کے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر خیر میں آپکے مقام و مرتبے کے بارے میں

ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ جو اہل محبت کے ذوق کے لئے بہت مفید ہوگا۔ چنانچہ ابن جوزی نے متعدد سندوں کے ساتھ لکھا ہے:

حضرت ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ کی طرف ایک خط لکھا اور مجھے فرمایا: اے ابوسلیمان جلدی سے یہ خط عراق لیجاؤ۔ اور اسے کھولنا نہیں۔ میں وہ خط لے کر مصر سے روانہ ہوا حتیٰ کہ عراق میں امام احمد بن حنبلؒ کی مسجد میں پہنچا۔ تو آپ نماز فجر میں مشغول تھے۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور میں نے ایک رکعت نہیں پائی تھی، جب سلام کے بعد وہ رکعت پوری کرنے لگا۔ تو آپ بغور مجھے دیکھتے رہے ۔یہاں تک کہ پہچان لیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا۔ تو آپ کو سلام عرض کیا۔ اور خط پیش کیا۔ آپ خط کھولنے سے پہلے کافی دیر تک امام شافعیؒ کی خیر و عافیت دریافت فرماتے رہے۔ پھر خط کھول کر پڑھنا شروع فرمایا۔ اور ایک مقام پر پہنچ کر رونا شروع کردیا ۔اور فرمانے لگے: امید ہے کہ اللہ تعالی امام شافعیؒ کے اس خط کو ضرور پورا کرے گا۔ میں نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! اس خط میں کیا مرقوم ہے۔؟ فرمایا: امام شافعیؒ نے اس خط میں لکھا ہے۔ کہ انھیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ آپ نے انھیں فرمایا: اے ابن ادریس! اس نوجوان ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو خوشخبری سنادو۔ کہ عنقریب اللہ تعالی کے دین میں اس کا امتحان ہوگا۔ اور اس سے مطالبہ کیا جائے گا۔ کہ وہ قرآن کریم کو مخلوق کہے، پس وہ ایسا نہ کرے، اور اسے دُرے مارے جائیں گے۔ اور اللہ تعالی اس امتحان میں کامیابی کی بدولت اس کے پرچم کو ایسا لہرائے گا۔ کہ قیامت تک لپیٹا نہیں جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ تو بشارت ہے۔ لہٰذا میرے لئے انعام کیا ہے؟ آپ نے دو کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے۔ ان میں سے جو ایک آپ کی جلد مبارک کو چھو رہا تھا۔ وہ مجھے عطا فرمایا۔ اور خط کا جواب بھی دیا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ حتی کہ امام شافعیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مکمل سرگزشت پیش کی۔ تو انہوں نے فرمایا: نہ ہم تم سے یہ خریدتے ہیں اور

نہ ہی تحفتہً مانگتے ہیں۔ البتہ تم اسے پانی میں بھگو کر اسکا نچوڑ ہمارے پاس لے آؤ۔ میں نے اس کو بھگویا' اور اسکا پانی انکی خدمت میں لایا۔ تو انہوں نے اس پانی کو ایک برتن میں محفوظ کر لیا۔ میں دیکھتا تھا' کہ وہ روزانہ اس پانی سے کچھ لے کر بطور تبرک چہرے پر ملتے تھے (یاد رہے امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد تھے)۔

(مناقب الامام احمد بن حنبل لابن جوزی ص 552، شذرات الذہب ج 3 ص 188)

سرکار ﷺ سواری پر اور ایک شہزادہ آگے اور ایک شہزادہ پیچھے

لقد قدت بنبی الله (صلی الله علیه وآله وسلم) والحسن والحسین (رضی الله عنهما) بغلته الشهباء حتی ادخلتهم حجرة النبی (صلی الله علیه وآله وسلم) هذا قدامه وهذا خلفه۔ (مسلم، فضائل الصحابہ 2/283)

صحابی رسول ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے اس سفید خچر کو چلایا جس پر نبی پاک ﷺ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ سوار تھے۔ یہاں تک کہ انکو حجرہ نبوی تک لے گیا۔ ایک صاحبزادے آگے تھے اور ایک پیچھے۔

☆ یہاں صحابی رسول ﷺ نے یہ کیوں کہا: "میں نے"۔ یعنی صحابی رسول ﷺ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ جب یہ حسین منظر تھا۔ کہ نبی پاک ﷺ سفید خچر پر سوار تھے۔ نہ صرف آپ ﷺ سوار تھے بلکہ امام حسن علیہ السلام بھی سوار تھے۔ نہ صرف امام حسن علیہ السلام سوار تھے بلکہ امام حسین علیہ السلام بھی سوار تھے۔ اور جب یہ تینوں بے مثل سوار اس خوبصورت سواری پر خراماں خراماں بیٹھے ہوئے آرہے تھے ناں۔ اس سواری کو چلانے والا "میں" تھا۔

شہزادے اس وقت آپ پر سوار جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار زانوں تھے:

عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال دخلت علی النبی ﷺ وھو یمشی علی اربعة وعلی ظھرہ الحسن و الحسین رضی اللہ تعالی عنھما وھو یقول: نعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما

(المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث 2661، مجمع الزوائد، ذہبی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک میں گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار زانوں جھکے ہوئے تھے۔ اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ پر سوار ہیں۔ اور آپ (شہزادوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں) تمہارا اونٹ کتنا اچھا ہے۔ اور سوار بھی کتنے اچھے ہیں۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ سوار کی قدر و قیمت کو سواری کو دیکھ کر پہچانو۔ یعنی جس طرح سواری بے مثل ہے اسی طرح سوار بھی بے مثل ہیں۔ اسی کی تصویر کشی قلندر لاہوری نے کیا خوب فرمائی ہے:

بھر آں شہزادہ خیر الملل
دوش ختم المرسلیں نعم الجمل

نبی پاکؐ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے والدین قیامت والے دن ایک ہی مقام پر:

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ

ان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دخل علی فاطمة ذات یوم و علی نائم وھی مضطجعة، وابناؤھا الی جنبھا، فاستسقی علی

الحسن ، فقام رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) الى لقحة
فحلب لهم ، فاتى به، فاستيقظ الحسين، فجعل يعالج أن يشرب قبله
حتى بكى ، فقال رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) : ان أخاك
استسقى قبلك ۔ فقالت فاطمة : كان الحسن آثر عندك ! فقال : ما
هو بآثر عندى منه، ونما هما عندى بمنزلة واحدة ،انى واياك وهما
وهذا النائم لفى مكان واحد يوم القيامة

(المعجم الکبیر للطبرانی۔حدیث 1017 / مسند احمد۔حدیث 792 / مجمع الزوائد حدیث 14991 / فضائل الصحابہ حدیث 1183 / مسند البزار حدیث 779 / مستدرک)

ایک روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ سیدنا علی (رضی اللہ تعالی عنہ) نیند میں تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی تھیں اور ان کے دونوں فرزند ان کے پہلو میں تھے۔سیدنا امام حسنؓ نے پانی مانگا۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی کے طرف گئے۔اس سے دودھ نکال کر واپس آئے۔تو سیدنا امام حسینؓ بیدار ہو گئے۔اور پہلے پینے کا تقاضا کرنے لگے۔یہاں تک کہ وہ رو پڑے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی نے پہلے مانگا ہے سیدہ فاطمہؓ کہنے لگیں : گویا حسنؓ آپ کو زیادہ پیارے ہیں؟ فرمایا: نہیں، وہ مجھے اس سے زیادہ پیارے نہیں میرے نزدیک انکا مرتبہ برابر ہے۔میں ،آپ، یہ دونوں اور سونے والا (یعنی حضور مولا کائنات علیہ السلام) قیامت کے دن ایک ہی مقام میں ہونگے۔

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی لختِ جگر کے گھر میں اس وقت تشریف لاتے ہیں جب کہ وہ آرام کر رہے ہوتے ہیں۔مگر کیا خبر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر بیقرار تھے۔ان سے ملنے کے لئے۔اور پھر قربان جاؤں کیا ہی حسین منظر ہے۔کہ امام حسن علیہ السلام نے پانی مانگا۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات خود اونٹنی کی طرف تشریف لے کر گئے اور اس

سے دودھ بھی اپنے دست اقدس سے نکالا۔

اور پھر اپنی لاڈلی کے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ قیامت والے دن ہم "پانچوں" ایک ہی مقام میں ہونگے۔

☆ واہ مولا مرتضیٰ ؓ کیا مرتبہ پایا ہے۔ کہ آپ خود محو خواب ہیں۔ اور آپ کے بچوں کی پیاس بجھانے کے لئے حبیب خدا تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور پھر آپ جبکہ سوئے ہوئے ہیں۔ عین اس وقت آپ کے بارے میں زبان نبوت سے قیامت کے دن کے مقام و مرتبہ کے اعلان ہو رہے ہیں۔

پنجتن پاک سے محبت کرنے والے نبی پاک ؐ کے ساتھ اسی درجے میں ہونگے:

ان رسول اللہ ﷺ اخذ بید حسن و حسین فقال: من احبنی واحب هذین وابا هما وامهما کان معی فی درجتی یوم القیامة

(جامع ترمذی۔ مسند احمد، مسند علی 2/2)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن ؓ و حسین ؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور انکے والد اور والدہ سے محبت کی۔ وہ روز قیامت میر ے ساتھ میرے درجے میں ہوگا

☆ دنیا میں کوئی ایسا عمل نہیں کوئی ایسی نیکی نہیں کہ انسان کرے تو اسے وہ درجہ ملے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ہوگا۔ مگر "محبت اہل بیت" وہ نیکی ہے کہ جس کے کرنے سے انسان اس درجے میں ہوگا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونگے۔ جیسے مالک جس جہاز میں سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنے ملازم کو بھی اسی جہاز میں ساتھ سفر کراتے ہیں۔

حسنین کریمین سے محبت سرکارؐ سے محبت اور انکے ساتھ بغض سرکارؐ کے ساتھ بغض:

عن ابی ہریرہ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ومعہ حسن و حسین ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم ھذا مرۃ ویلثم ھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال: لہ رجل یا رسول اللہ ﷺ انک لتحبھما فقال: من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی

(فضائل الصحابہ، امام احمد۔1376)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو ساتھ لے کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ان میں سے ایک کو کاندھے پر اور دوسرے کو دوسرے کاندھے پر سوار کیا ہوا تھا۔اور آپ ﷺ ایک کو بوسہ دیتے ۔پھر دوسرے کو بوسہ دیتے۔ یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس آ کر رک گئے۔تو ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ کو ان سے محبت ہے۔؟تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے۔تو وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی یعنی حسن وحسین

(فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبل۔1359/1378۔ابن ماجہ 1/51پ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جو حسن و حسین سے محبت کرتا ہے۔تو وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔تو وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی

(سنن ابن ماجہ۔ حدیث 117)

جس نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے محبت کی۔اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا۔اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

☆ محبت اہل بیت رکھنے والوں کے بارے میں اوپر گزر چکا ہے۔کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجے میں ہونگے۔اب جو حسنین کریمین علیہما السلام اور آپ کی اولاد سے بغض رکھتے ہیں۔وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں، تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے اسکا ٹھکانہ یقینا جہنم ہے۔

اب ذرا یزیدیوں کے بارے میں سوچئے کہ وہ محبت اہل بیت میں تلواریں، نیزے اور تیر امام حسین علیہ السلام اور آپکے اہل بیت پر مار رہے تھے۔یا بغض کی وجہ سے؟ یقینا کمال درجے کا بغض وعناد انکے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔مندجہ بالا حدیث کی روشنی میں وہ یقینا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتے تھے۔تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے اسکا ٹھکانہ جہنم۔اور وہ لوگ جو آج بھی یزید کی حمایت کرتے ہیں۔کیا وہ محبت اہل بیت ہے؟ یا بغض اہل بیت؟ یقینا جواب بغض اہل بیت ہے۔توانکو بھی اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم میری وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو:

چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احبوا الله لما یغذو کم من نعمه، واحبونی بحب الله، واحبوا اهل بیتی بحبی

اللہ تعالی سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہیں غذا فراہم کرتا ہے۔ اور اللہ کی خاطر مجھ سے محبت کرو۔ اور مجھ سے محبت کے باعث میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(سنن ترمذی رقم 3789 / مشکوۃ ج 2 ص 519 رقم 6182 / شعب الایمان للبیہقی ج 1 س 366 رقم 408 / المستدرک۔ ج 3 رقم 4770)

شہزادے جنتی جوانوں کے سردار اور والدہ جنتی عورتوں کی سردار:

عن حذيفه قال: سالتني امي متى عهدك؟ تعني بالنبي ﷺ فقلت: مالي به عهد منذ كذا و كذا . فنا لت مني فقلت لها : دعيني اتى النبي ﷺ فا صلي معه المغرب واسأله ان يستغفر لي ولك . فاتيت النبي عليه السلام فصليت معه المغرب فصلى حتى صلى العشاء ثم انفتل فتبعته فسمع صوتي فقال: من هذا حذيفة قلت نعم . قال: ما حاجتك غفر الله لك ولامك؟ قال: اما رايت العارض الذي عرض لي قلت بلى بابي انت وامي قال: ان هذا ملك لم ينزل الارض قط قبل ليلة استاذن ربه ان يسلم علي ويبشرني بان فاطمة سيدة نساء أهل الجنة وان

(فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبل۔ 1406 / سنن ترمذی۔ 660،5 / مسند الامام احمد 391،5)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے مجھ سے دریافت کیا: تم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخری ملاقات کب کی ہے؟ میں نے کہا: اتنی مدت ہو چکی ہے کہ میں ملاقات نہیں کر سکا۔ وہ اس پر ناراض ہو گئیں اور مجھے برا بھلا کہا، میں نے کہا مجھے اجازت دو میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتا ہوں اور عرض کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اور آپ کے

لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ (پھر میں وہیں ٹھہرا رہا) حتیٰ کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر کی طرف چل پڑھے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ ﷺ نے میری آواز سنی تو فرمایا: کون؟ ''حذیفہؓ ہے'' میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا کیا کام ہے' اللہ تعالیٰ تیری اور تیری ماں کی مغفرت کرے' اور فرمایا: کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں ۔فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھ پر سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؓ اور حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

☆ سب سے پہلی بات ایسی والدہ پر قربان کہ جو اپنے بیٹے سے نہ صرف ناراض ہوتی ہیں بلکہ برا بھلا بھی کہتی ہیں۔ کہ تم نبی پاک ﷺ سے ملنے کے لئے کتنے عرصے سے نہیں گئے۔؟ اور پھر بیٹا اپنی والدہ کو خوش کرنے کے لئے عرض کرتا ہے' کہ مجھے اجازت دیں۔ تا کہ میں اللہ کے حبیب ﷺ کے ساتھ نماز بھی پڑھوں اور آپ کے لئے اور اپنے لئے بخشش کی دعاء بھی کراؤں۔ قارئین: انقلاب کا اندازہ لگایئے ۔کہ جس معاشرے میں عورت کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اسکے کوئی حقوق نہیں تھے۔ آج نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے اسی معاشرے میں ایک عورت اپنے بیٹے کو برا بھلا کہہ رہی ہے۔ اور وہ آگے سے اف تک نہیں کہتا۔ بلکہ ماں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پھر ڈانٹ بھی کس بات پر پڑتی ہے کہ تو نبی پاک ﷺ سے ملنے کیوں نہیں گیا۔ یعنی صحابیہ بتانا چاہتی ہے' کہ بیٹے کو سرکار ﷺ کی بارگاہ میں بھیجنا میرا کام ہے اور پھر میرے بیٹے کو نوازنا سرکار ﷺ کا کام ہے۔ میرے خیال کے مطابق حضرت حذیفہؓ کے اندر

یقینا بہت خوبیاں ہونگی۔مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو منافقین کے بارے میں علم عطا کرتے وقت انکی ماں کے اس کردار کو یقینا سامنے رکھ کر یہ نوازش کی بارش کی ہوگی۔اوراس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔کہ اپنے بچوں کو کسی بزرگ کے پاس بھیجنا، یہ صحابہ کا طریقہ ہے۔

☆اب ذرا غور کرتے ہیں۔کہ فوری طور پران کے اوپر کونسے انعامات کی بارش ہوئی۔توسب سے پہلے!

1۔ حضرت حذیفہؓ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکیلے ہیں اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔اور یہ بات تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسی کا محبوب اسکو اکیلے میں میسر آجائے۔تو اس وقت اس کی کیفیات کیا ہونگی۔

2۔ دوسری بات مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو پیچھے دیکھے بغیر جان لیا۔کہ یہ حذیفہؓ ہیں۔نہ صرف پہچان لیا بلکہ جو حاجت گھر سے لے کر آئے تھے۔وہ بیان کرنے سے پہلے ہی یہ کہہ کر پوری کردی۔کہ اللہ تعالی تیری اور تیری ماں کی مغفرت کرے۔

3۔ پھر اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انکے سامنے سے غیب کا پردہ ہٹا دیا۔اور انہوں نے فرشتے کو بھی دیکھ لیا۔

4۔ اللہ تعالی کی طرف سے جو خوش خبری نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی لاڈلی بیٹی اور بیٹوں کے بارے میں دی گئی تھی۔اسکو سب سے پہلے سماعت کرنے کا شرف بھی انہی کو ملا۔

☆قربان جاؤں شان سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے۔کہ حریم قدس میں رہنے والے فرشتے

اس بارگاہ کو چھوڑ کر زمین پر کیوں آنا چاہتے ہیں؟ کہارب کی تسبیح و تحلیل کرنے کی سعادت حاصل کرنے والے اور بھی فرشتے موجود ہیں۔مگر اللہ کے محبوب کی بارگاہ میں سلام عرض کرنا اور یہ خوشخبری (کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں) پہنچانے والی سعادت ہر کسی کے نصیب میں کہاں۔

☆اور پھر نہ جانے کتنے فرشتوں نے اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے رب العزت کی بارگاہ میں اپنی عرض داشتیں پیش کی ہونگی۔مگر یہ سعادت ان میں سے کسی ایک کو ملی۔

☆اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اہل بیت کی بارگاہ میں آکر سلام عرض کرنا اور انکو ملنے والی شانوں کے تذکرے کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔

جنت کے ساتھ وعدہ باری تعالی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما:

امام طبرانی کی معجم الاوسط میں روایت ہے: کہ

لما استقر اهل الجنة قالت الجنة :يارب أليس وعدتني ان تزينني بر كنين من اركانك بالحسن و الحسين ؛ فما ست الجنة ميسا كما تميس العروس۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ،حدیث 343 / مجمع الزوائد حدیث 15096 / جامع الاحادیث للسیوطی حدیث 1331 / کنز العمال حدیث 34290)

جب جنتی لوگ جنت میں سکونت اختیار کریں گے تو جنت معروضہ کریگی۔پروردگار: کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائیگا: تو رب العزت ارشاد فرمائیگا: کیا میں نے تجھے حسن و حسین (رضی اللہ تعالی عنہما) سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔

اما طبرانی نے قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی اس کو روایت کیا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال: رسول الله ع فخرت الجنة النار فقالت: انا خير منك ، فقالت النار : بل انا خير منك .فقالت لها الجنة استفهاماً: ومه ؟ قالت : لان فى الجبابرة ونمرود وفرعون فاسكتت: فاوحى الله اليها: لا تخضعين، لا زينن ركنيك بالحسن والحسين، فماست كما تميس العروس فى خدرها

(الطبرانی فی المعجم الاوسط: 7/148۔ الرقم: 7120)

حضرت انس بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ جنت نے دوزخ پر فخر کیا اور کہا میں تم سے بہتر ہوں۔ دوزخ نے کہا: میں تم سے بہتر ہوں جنت نے دوزخ سے پوچھا کس وجہ سے؟ دوزخ نے کہا: اس لئے کہ مجھ میں بڑے بڑے جابر حکمران فرعون اور نمرود ہیں۔ اس پر جنت خاموش ہوگئی۔ اللہ تعالی نے جنت کی طرف وحی کی اور فرمایا: تو عاجز و لاجواب نہ ہو۔ میں تیرے دوستونوں کو حسن ؓ اور حسین ؓ کے ذریعے مزین کردوں گا۔ پس جنت خوشی اور سرور سے ایسے شرما گئی جیسے دلہن شرماتی ہے۔

☆ جس کو جنت کا پروانہ مل جائے اسکی شان کے کیا کہنے۔ تو پھر جسکو جنت کی سرداری مل جائے اسکی شان تو بیان سے باہر۔

☆ قیامت میں جس کو جنت ملے گی وہ اس پر فخر کرے گا۔ مگر حسن ؓ و حسین ؓ وہ ہیں جن کے ملنے پہ خود جنت فخر کرے گی۔

شہزادوں کا رونا اور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیقراری اور شہزادوں کا آپ ؐ کی زبان کے مزے لوٹنا:

حضرت ابو ہریرہ ؓ مرض الموت میں شدید علیل تھے۔ تو آپ کے پاس مروان

بن الحکم (گستاخ اہل بیت) آیا۔ اور کہنے لگا جب سے تم کو دیکھا ہے کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی سوائے یہ کہ حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور گواہی دیکر فرمانے لگے۔ کہ ایک دن ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ انکے پاس پہنچ گئے۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی والدہ ماجدہ (سلام اللہ علیہا) سے پوچھا میرے بیٹوں کو کیا ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ایک پرانی مشک میں پانی دیکھا ۔ جب وہاں سے کچھ نہ ملا تو لوگوں سے فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے۔ تو سب لوگوں نے اپنی مشکوں میں پانی تلاش کیا۔ مگر کسی کو ایک قطرہ بھی نہ ملا ۔ (کیونکہ ان دنوں پانی کی بہت قلت تھی۔)۔ پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی سے فرمایا بچے کو مجھے پکڑاؤ۔

فاخذ فضمه الى صدره وهو يضغو ما يسكت فادلع لسانه فجعل يمصه حتى هدا وسكن فلم يكن له بكاء والآخر يبكى كما هو ما يسكت ثم قال ناولينى الآخر فنا ولته اياه ففعل به كذالك فسكتا فلم اسمع لهما صوتاً ثم قال سيروا فصد عنا يميناء وشمالاً عن الظعائن حتى لقيناه على قارعة الطريق فانالا احب هذين؟ وقد رايت هذا من رسول الله ﷺ

(تہذیب التہذیب 2/299۔ مجمع الزوائد 9/183)

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کو پکڑ لیا تو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ درآں حال کہ وہ رو رہا تھا۔ اور چپ نہیں ہو رہا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک نکالی تو بچہ

اس زبان کو چوسنے لگا۔ اور حتی کہ وہ چپ ہو گیا۔ اور رونا بند کر دیا۔ دوسرا بچہ بھی اسی طرح رورہا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوسرا بھی مجھے پکڑاؤ۔ تو انہوں نے دوسرا بچہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی طرح کیا۔ تو دونوں چپ ہو گئے۔ پھر میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلو، تو پھر ہم سوار عورتوں کہ وجہ سے دائیں بائیں ہو کر بکھر گئے۔ یہاں تک کہ راستے میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملے (میں ان شہزادوں سے محبت کیسے نہ کروں جبکہ میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سلوک کرتے دیکھا ہے)

☆ سب سے پہلی بات کہ مروان کی گستاخی کا اندازہ لگائیں۔ کہ جن ہستیوں سے اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت فرماتے ہوں۔ اس خبیث کو ان ہستیوں سے محبت پہ اعتراض ہے۔ اور آج بھی دنیا میں مروانی عقیدے کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کہ جونہی اہل بیت کا ذکر خیر کرو تو انکے چہروں پہ خباثتوں کے بادل اُمڈ اُمڈ کر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

☆ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بستر مرگ پر ہونے کے باوجود مروان جیسے دشمن اہل بیت کے سامنے حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کے فضائل بیان کر کے یہ بتا دیا۔ کہ محبان اہل بیت کے لئے سبق ہے کہ اگر تمہارا وقتِ آخرین بھی آ جائے تو اس وقت بھی اگر دشمنان اہل بیت میں سے کوئی سامنے آ جائے۔ تو فضائل اہل بیت بیان کرنے سے باز نہیں آنا چاہیے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد قبر میں جن سے ملاقات ہونی ہے' وہ انکے نانا جان ہیں۔ لہذا جب جاؤں تو عرض کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سانس بدن سے نکل رہی تھے۔ اس وقت بھی دشمن اہل بیت کے سامنے آپکی اہل بیت کا ذکر میری زبان پر جاری وساری تھا۔

☆ جو لوگ ہر وقت سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیتے رہتے ہیں۔ ان سے پوچھتا ہوں۔ ایسی بھی سنت تلاش کرونا۔ کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینی سفر پر ہیں ۔اور کسی مقصد کے لئے جارہے ہیں ۔ حسنؓ و حسینؓ خود نہیں آتے بلکہ انکے رونے کی آواز آتی ہے۔تو دونوں جہانوں کے میرو مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر رک جاتا ہے ۔جانا آگے تھا مگر پیچھے کی طرف تیز تیز قدم مبارک اُٹھاتے شہزادوں کی جانب چل پڑتے ہیں ۔اور بیقراری میں کبھی مشکیزوں میں پانی تلاش فرماتے ہیں ۔کبھی لوگوں میں سے کسی ایک سے پوچھتے ہیں کبھی دوسرے سے ۔جب کسی طرف سے پانی میسر نہیں آتا۔توسرکار ابد قرار ،دونوں جہانوں کے مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُس زبان مبارک سے شہزادوں کی پیاس بجھاتے ہیں ۔کہ جس زبان اقدس سے رب ذوالجلال سے ہمکلام ہوتے ہیں ۔جس زبان مبارک سے رب کا کلام سناتے ہیں۔جس زبان شیریں سے فرشتوں سے راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔

☆اس واقعہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے ۔کہ مشیت الٰہی یہ تھی ۔کہ اے میرے محبوب آج شہزادوں کی پیاس عام پانی سے نہیں بجھانی بلکہ اپنی زبان شیریں گفتار سے بجھانی ہے ۔کیونکہ کل ایک شہزادے کو کربلا میں پیاس کا سامنا کرنا ہے۔لہذا ابھی اسے اتنا پلاؤ کہ کل اسے تکلیف نہ ہو۔ پیاس نہ لگے۔

☆اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ۔کہ اہل بیت اطہار کے کسی فرد کو جب کسی بھی تکلیف میں دیکھو۔توفوراًاس کو دور کرنے کی سعی کرنی چاہیے ۔اوراگر سفر میں ہوتوسفر کو تب تک موخر کردو۔ جب تک انکی تکلیف دور نہیں ہوتی ۔

☆جس زبان مبارک سے پڑھ کر حضرت ابو ہریرہؓ کی چادر میں کچھ ایسا ڈالا ۔کہ اسکے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کبھی کچھ نہیں بھولے ۔اور مکثرین صحابہ کرام میں پہلے درجے پر ہیں ۔تو ذرا سوچئے کہ وہی زبان مبارک روزانہ شہزادوں کے منہ مبارک میں ڈالی جاتی تھی ۔پھر انکے علم وفضل اور حافظے کا کیا کہنا۔

بعض لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے ۔انکے لئے

ایک اور بات بھی نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ ابن عساکر ابوالمھزم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

ہم ایک خاتون کی نماز جنازہ میں تھے۔ اور ہمارے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ تو حضرت سیدنا امام حسینؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ تھک کر راستے میں بیٹھ گئے تھے۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ اپنے کپڑے (میرے خیال ہے کہ وہ آپ کا سر پر باندھنے والا کپڑا تھا) سے ان کی جوتی مبارک صاف کرنے لگے۔ تو سیدنا امام حسینؓ نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! کیا آپ ایسا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: آپ ہمیں یہ کرنے دیں، آپ کا جو مرتبہ میں جانتا ہوں اگر لوگ جانتے تو آپ کو کندھوں پر اٹھا لیتے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج7 ص128)

امام حسنؓ کی زبان مبارک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک میں

صحابی رسولؐ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللہ علیہ السلام یمص لسانہ او قال شفتہ یعنی الحسن بن علی صلوات اللہ علیہ (مجمع الزوائد 9/180۔ مسند احمد 13/80)

میں نے دیکھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسنؓ کی زبان مبارک اور ہونٹوں مبارک کو چوس رہے تھے۔

☆ قارئین پہلے آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کو چوس رہے تھے۔ مگر قربان جاؤں امام حسن علیہ السلام کی رفعت وشان کے کہ محبوب خدا خود امام حسن علیہ السلام کی زبان مبارک اور ہونٹوں مبارک کو چوس رہے تھے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھول فرمانا اور انکو سونگھنا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دخلت علی رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم) والحسن و الحسین یلعبان علی بطنه فقلت اتحبهما یارسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم)؟

فقال: ومالی لاأحبهما وهما ریحانتای من الدنیا اشمهما

(مجمع الزوائد 9/184)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا۔ تو حسنین کریمین آپ کے پیٹ پر کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیسے محبت نہ کروں یہ میرے دنیا کے پھول ہیں میں ان کو سونگھتا ہوں۔ اسی طرح کے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ بخاری اور ترمذی شریف میں ہیں۔

هما ریحانتای من الدنیا

حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(بخاری 7/95۔ ترمذی 5/657۔ مسند احمد۔ معجم الکبیر)

اور پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مچھر کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر محرم انسان اسکو قتل کردے تو کیا سزا ہے۔؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ممن انت قال: من اهل العراق قال: انظروا الی هذا یسالنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله اقد سمعت رسول الله ﷺ:

هما ریحانتی من الدنیا رضی الله تعالی عنهما

(البخاری 7/95: الترمذی 5/657: فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ 1390)

تو کہاں سے ہے؟ اسنے کہا میں اہل عراق سے ہوں۔تو انہوں نے فرمایا: دیکھو اس عراقی کو! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو شہید کر ڈالا۔اور اب یہ مجھ سے مچھر کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔اور میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

1۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر سونگھنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

2۔ جسکو آج بھی خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش ہے اسے چاہیے۔آل رسول کو تلاش کرے۔

3۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہمیشہ اعلی و ارفع الفاظ کا ستعمال کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اور انکے لئے اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ کا استعمال کرنا فرمان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے۔

4۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین کریمین کو سونگھا کرتے تھے۔اسکا مطلب کوئی خوشبو آتی تھی۔تو سونگھا کرتے تھے ناں؟یعنی جس دل میں محبت آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گی ، اسکو یقینا انکے پاک جسموں سے خوشبو بھی آئے گی۔جہاں تک تعلق ہے کہ کیا کسی کے جسم سے خوشبو آسکتی ہے یا نہیں۔تو اسکے لئے عرض ہے۔کہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھنے (جسم اقدس سے خون نکلوا رہے تھے) لگوا رہے تھے۔جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ : اس خون کو ایسی جگہ چھپا دو۔کہ کوئی شخص دیکھ نہ سکے۔لیکن انہوں نے پی لیا۔جب واپس حاضر ہوئے۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کہاں چھپایا؟ عرض کیا: میں نے ایسے [illegible] نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لعلك شربته'' شاید تم نے اسے پی لیا؟ عرض کی 'ہاں' فرمایا:

ویل للناس منك وویل لك من الناس

تم سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اور لوگوں سے تم کو تکلیف ہوگی

(المستدرک ج 3، الرقم: 6400/السنن الکبری للبیہقی: ج 7 الرقم: 13407/سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 366/مجمع الزوائد ج 8 الرقم: 14010)

محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق اس خون مقدس کی بدولت حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے جسم مبارک میں دو برکتیں پیدا ہوگئیں

1۔ ایک یہ کہ ان کے اندر غیر معمولی قوت آگئی اور قلب و دماغ میں جرات پیدا ہوگئی۔

2۔ دوسرا انکے جسم سے مشک کی طرح خشبو آنے لگی۔ اور وہ خوشبو بعد از وفات ان کی قبر سے بھی آتی تھی۔

چنانچہ اما قسطلانی رقمطراز ہیں:

لما شرب عبدالله بن الزبير رضي الله عنه دمه صلى الله عليه وسلم تضوع فمه مسكاً وبقيت رائحته موجودة في فمه الى ان صلب رضي الله عنه

جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خون مبارک پی لیا۔ تو انکے جسم سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ اور یہ خوشبو انکی شہادت تک انکے دہن مبارک میں باقی رہی۔ (المواہب اللدنیہ ک 2 ص 317/زرقانی علی المواہب ج 5 س 548)

اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

وذكروا انه كان يشم من عنده قبره ريح المسك

علماء کرام نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

قارئین انصاف سے سوچئے: کہ خون کا ایک پیالہ پینے کی یہ برکتیں ہیں۔تو پھر ان اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا خیال ہے۔کہ جن کا خمیر ہی خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔جنکو گھٹی ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پلائی ہو۔جنکے کانوں میں اذانیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہوں۔جنکی زبانوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوسا ہو۔پھر انکی قوت و بہادری کے کیا کہنے، پھر انکے جسمانِ مقدس سے آنے والی خوشبوؤں کے کیا کہنے۔اسی لئے اعلحضرت فاضل بریلویؒ لکھتے ہیں:

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
انکی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

حسب ونسب میں سب سے بہتر کون؟

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ ایها الناس ،الا اخبر کم بخیر الناس جدًا وجدةً؟ الا اخبر کم بخیر الناس عماً و عمةً؟ الا اخبر کم بخیر الناس خالاً وخالةً؟ الا اخبر کم بخیر الناس اباً واماً؟ هما الحسن والحسین، جدهما رسول الله علیہ السلام وجدتهما خدیجة بنت خویلد، وامهما فاطمة بنت رسول الله علیہ السلام ،وابو هما علی بن ابی طالب وعمهما جعفر بن ابی طالب ،وعمتهما ام هانی بنت ابی طالب وخالهما القاسم بن رسول الله وخالتهم زینب ورقیة وام کلثوم بنات رسول الله علیہ السلام. جدهما فی الجنة وابو هما فی الجنة وامهما فی الجنة عمهما فی الجنة وعمتهما فی الجنة وخالاتهما فی الجنة وهما فی الجنة۔رواه الطبرانی

(الطبرانی فی المعجم الکبیر:3/ 66،الرقم 2682،وفی المعجم الاوسط،6/ 298:الرقم:6462)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو: کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) نانا، نانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں۔ جو (اپنے) ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔

انکے نانا جان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انکی نانی جان خدیجہ بنت خویلدؓ

ان کی والدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کے والد علی بن ابی طالبؓ

ان کے چچا جعفر بن ابی طالبؓ

ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالبؓ

ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور انکی خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں: حضرت زینبؓ، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثومؓ انکے نانا، نانی، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ (سب) جنت میں ہونگے۔ اور وہ دونوں (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) بھی جنت میں ہونگے۔

حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کا رتبہ نگاہِ حضرت عمر فاروقؓ کی نظر میں:

علامہ محب الدین طبری اپنی کتاب ''ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ'' میں رقمطراز ہیں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں اللہ تعالی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے ہاتھوں پر مدائن فتح فرمایا۔ تو حضرت عمر

فاروقؓ نے مسجد میں کپڑا بچھوا کر مالِ غنیمت جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت امام حسن علیہ السلام آپؓ کے پاس تشریف لائے۔ آپؓ نے فرمایا: مرحبا! حضرت امام حسنؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین ہمارا حق وظیفہ دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا۔ کہ آپ کی خدمت میں ایک ہزار درہم پیش کردئے جائیں۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے۔ تو آپ نے فرمایا: مرحبا! امام عالی مقام نے فرمایا: اے امیر المومنین! غنیمت سے ہمارا حق دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا۔ کہ آپ کی خدمت میں ایک ہزار درہم پیش کردئے جائیں۔

پھر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: خوش آمدید۔ حضرت ابن عمرؓ نے عرض کی۔ اے امیر المومنین! غنیمت سے میرا حق عطا فرمائیں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اسے پانچ سو درہم دے دئے جائیں

حضرت ابن عمرؓ نے عرض کی! اے امیر المومنین میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مضبوط مرد تھا۔ اور تلوار چلایا کرتا تھا۔ جبکہ حضرات حسنین کریمینؓ مدینہ منورہ کے نوجوانوں میں دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ آپ نے انھیں ایک ایک ہزار درہم عطا کیا ہے۔ اور مجھے پانچ سو درہم عطا کئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے (کیا ہی خوبصورت جواب) فرمایا: جا کر میرے پاس ایسا باپ لا جوان دونوں کے باپ جیسا ہو۔ اور ایسی ماں لا جوان دونوں کی ماں جیسی ہو۔ اور ایسا نانا لا جوانکے نانا جیسا ہو۔ اور ایسی نانی لا جوانکی نانی جیسی ہو۔ اور ایسا چچا لا جوانکے چچا جیسا ہو۔ اور ایسا ماموں لا جوانکے ماموں جیسا ہو۔ یقیناً تو نہیں لا سکے گا۔

ان دونوں کے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

ان دونوں کی والدہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان دونوں کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان دونوں کی نانی حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ

ان دونوں کے چچا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ

ان دونوں کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور انکی خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں : حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ہیں۔

(یہ روایت ابن سمان نے الموافق میں نقل کی اور جو اس ذکر کے ساتھ ملحق ہے)

اللہ تعالی کا فرشتے کے ذریعے شہزادوں کی حفاظت فرمانا:

اسی مضمون کو قدرے اضافے کے ساتھ امام عبدالرحمن صفوریؒ لکھتے ہیں:

ایک دن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پریشانی کے عالم میں حاضر ہوئیں۔ حضور نے سبب معلوم کیا۔ تو عرض گزار ہوئیں۔ میرے دونوں لخت جگر کہیں کھو گئے ہیں۔ نہ جانے اس وقت کہاں ہوں۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا دونوں شہزادے فلاں مقام پر سو رہے ہیں۔ اور انکی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے۔ دیکھا فرشتے نے ایک پر نیچے اور ایک پر اوپر رکھا ہوا ہے۔ اور دونوں شہزادے آرام فرما ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل دیئے۔ سر راہ حضرت ابو بکر صدیق (غار یار)ؓ ملے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شہزادہ مجھے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ اور فرمایا:

دیکھئے ان کے لئے سواری کتنی اعلی ہے۔ اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اعلی ہیں۔

جب آپ مسجد شریف میں تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے افراد نہ بتاؤں۔ جو تمام مخلوق سے اعلی ہیں؟

عرض کیا: فرمایئے:

کہا: ان بچوں کے نانا اور نانی۔ صحابہ نے تصدیق فرمائی۔ پھر فرمایا: ان کا نانا میں نانی خدیجۃ الکبری ؓ ہیں۔ یہ سب سے بہتر ہیں۔ پھر ان کے والدین سب سے بہتر ہیں۔ جو علی ؓ اور فاطمہ سلام اللہ علیھا ہیں۔ پھر انکے چچا اور پھوپھی سب سے بہتر ہیں۔ چچا حضرت جعفر ؓ اور پھوپھی حضرت ام ہانی ؓ ہیں۔ پھر انکے ماموں اور خالہ سب سے بہتر ہیں۔ انکے ماموں عبداللہ طیب وطاہر، قاسم وابراہیم رضی اللہ تعالی عنہم ہیں۔

اور خالہ ام کلثوم ؓ، رقیہ ؓ اور حضرت زینب ؓ ہیں۔

(نزہت المجالس۔ للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری ؒ۔ ج2،ص547)

اہل جنت کے سردار:

عن انس بن مالک ؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ فیقول: نحن ولد عبد المطلب سادة اهل الجنة: انا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسین والمهدی

(ابن ماجہ فی السنن: الرقم:4087۔ المستدرک للحاکم: الرقم:4940)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

کہ ہم حضرت عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں۔ جن میں میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی شامل ہیں

☆ جو لوگ کہتے ہیں نسب کوئی چیز نہیں۔ وہ مذکورہ بالا دونوں روایتوں پر غور کریں۔ کہ نبی پاک ﷺ زبان رسالت سے خود اپنا نسب بیان فرما رہے ہیں۔ اور جنت کے سات سردار ہیں۔

چادر نبوت میں حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما):

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ

طرقت النبی ﷺ ذات لیلة فی بعض الحاجة فخرج النبی علیہ السلام وھو مستمل علی شئی لا ادری ماھو فلما فرغت من حاجتی قلت: ماھذا الذی انت مشتمل علیه فکشفه فاذا حسن و حسین علی ور کیه فقال: ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔ (ترمذی۔4/200،201)

میں ایک رات کسی حاجت کے لئے نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی پاک ﷺ باہر تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کیا اس چادر میں کیا ہے۔؟ نبی پاک ﷺ نے چادر اٹھائی تو آپ کے دونوں کولھوں (میں سے ایک پر) حضرت حسنؓ اور (دوسرے کولھے پر) حضرت حسینؓ تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت فرما۔ اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔

قارئین: غور فرمائیں کہ نبی پاک ﷺ نے خود اپنی زبانِ نبوت سے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا بیٹا فرمایا۔ لیکن اسکے باوجود بعد میں آنے والے لوگ جو بغض اہل بیت سے مالا مال تھے۔ وہ اسکا انکار کرتے چلے آئے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

امام ابن ابی حاتمؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوحرب بن ابی الاسودؒ نے کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمرؒ کی طرف پیغام بھیجا۔ اور کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم یہ نظریہ رکھتے

ہو۔کہ امام حسنؓ وامام حسینؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔حالانکہ میں نے اول سے آخر تک سارا قرآن پڑھا ہے۔لیکن مجھے کہیں نہیں ملا۔تو انہوں نے جواب دیا: کیا سورہ الانعام کی یہ آیات نہیں پڑھتے ہو۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ ...... وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى (سورہ الانعام:84_85)

اور اس (ابراہیم) کی اولاد میں سے داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی اور زکریا اور یحی اور عیسی (علیہم السلام) کو ہدایت دی۔

حضرت یعمر نے فرمایا: کیا حضرت عیسی علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں تھے؟ حالانکہ انکا کوئی باپ نہیں؟(یعنی وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) اس نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔(تفسیر الدر المنثور: ج3:ص96)

امام حاکم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔کہ

پس اللہ تعالی نے خبر دی کہ حضرت عیسی علیہ السلام فقط ماں سے جنم لینے کے باوجود ذریت آدم (وابراہیم) علیہم السلام سے ہیں۔تو حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہونے کے باوجود ذریت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اس پر حجاج نے کہا تم نے سچ کہا۔مگر بھری مجلس میں تمہیں مجھ کو جھٹلانے کی جرات کیسے ہوئی؟ حضرت یعمرؒ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اہل کتاب علماء سے عہد لیا۔کہ وہ لوگوں پر حق کر ظاہر فرمائیں۔چھپائیں نہیں۔لیکن انہوں نے نے تھوڑی قیمت کے عوض اس فرمان الہی کو پس پشت ڈال دیا (ہم امت محمد یہ ہیں ہم سے یہ گھناونی کاروائی نہیں ہوسکتی)

(المستدرک۔ج3ص163۔۔تفسیر ابن کثیر ج2ص160)

رئیس المجدین فاتح قادیانیت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ فرماتے ہیں:
بنی امیہ میں سے کسی نے ایک روز تعریضاً حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا: کہ آپ کو ''ابن رسولؐ'' کیوں کہتے ہیں۔ابن علیؓ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے جواب

دیا۔کہ ہمارا یہ لقب قرآن سے ثابت ہے تمہیں چونکہ قرآن کی سمجھ نہیں ۔اسلئے یہ اعتراض لائے ہو۔آیت مباہلہ ’’قل تعالوا ندع ابنائنا وابناء کم (کہیے آؤ ہم اپنے بیٹوں کولاتے ہیں۔تم اپنے بیٹوں کولاؤ) میں ابنائنا (ہمارے بیٹے) اور کون تھے؟ کیا اس وقت نبی پاک ﷺ بیٹوں کی سلک میں میرے اور میرے بھائی حسین علیہ السلام کے سوا کسی اور کو میدان مباہلہ میں لے کر گئے تھے؟(مہر منیر ص 477،476)

پھر جب آیت مباہلہ نازل ہوئی۔تو نبی پاک ﷺ اپنے بیٹوں کی تفسیر میں امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ کو اور اپنی عورتوں کی تفسیر میں اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی کو اور اپنے نفس کی تفسیر میں حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالی کو ساتھ لے کر گئے۔چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ:

لما نزلت هذه الآية ’’ ندع ابناء نا و ابناء کم ... ‘‘ دعا رسول الله ﷺ علياً و فاطمة و حسناً و حسيناً فقال: اللهم هؤلاء اهلی

جب یہ آیت نازل ہوئی ’’ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو‘‘ تو نبی پاک ﷺ نے حضرت علی ؓ اور حضرت فاطمہ ؓ اور حسن ؓ اور حسین ؓ کو بلایا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم 6220/سنن ترمذی: 2999، 3724/مسند احمد: ج 1 ص 185 رقم 1608 / المستدرک: ج3، رقم4773/سنن الکبری البیہقی: ج 7، رقم:13392......)

نبی پاک ﷺ نے ان نفوس مقدسہ کو حکم فرمایا: کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔جب یہ پانچ نفوس قدسیہ (بشمول) نبی پاک ﷺ کے ان کے سامنے آئے۔تو عیسائیوں کا بڑا پادری پکار اُٹھا:

یا معشر النصاری انی لاری وجوها لو شاء الله ان یزیل جبلا من مکانه لأزاله بها فلا تباهلوا فتهلکوا ولا یبقی علی وجه الارض

نصرانی الی یوم القیامة

اے گروہ نصاری بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں۔ کہ اگر اللہ تعالی چاہیے تو ان کے طفیل پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹا دے۔ پس تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔

(التفسیر الکبیر۔ ج 7 ص 71 / روح المعانی۔ ج 3 ص 301 / تفسیر خازن۔ ج 1 س 254 / التفسیر المظہری۔ ج 2 ص 65)

اسی لئے امام سیوطی فرماتے ہیں

اس آیت سے مباہلہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ اور حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کا ابناء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت ان دونوں کے علاوہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہی ہے:

(الاکلیل فی استنباط التنزیل للسیوطی ص 69)

اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ ذیل دو احادیث سے بات اور واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل جعل ذریة کل نبی فی صلبه ، وان اللہ تعالی جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

بے شک اللہ تعالی عزوجل نے ہر نبی کی ذریت اس کی پشت سے پیدا کی۔ اور میری ذریت کو علی بن ابی طالبؓ کی پشت سے پیدا فرمایا۔

(الجامع الصغیر للسیوطی رقم 1717 / المعجم الکبیر ج 3 ص 43، 44 رقم 2630 / جواہر العقدین للسمہودی ص 279)

☆ ہارون رشید نے حضرت موسی کاظمؒ سے دریافت کیا۔ آپ اپنے آپ کو ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ حضرت علیؓ کی اولاد ہیں۔ تو آپ

نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ ۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی۔ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت حسنؓ و حسینؓ دونوں بیٹے ہوئے۔

(الصواعق المحرقہ۔ 467)

اور پھر صحابہ کرام بھی حسنین کریمین کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا سمجھتے تھے۔ اور برملا اسکا اظہار بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مچھر کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر محرم انسان اسکو قتل کر دے تو کیا سزا ہے۔؟ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا:

ممن انت قال: من اهل العراق قال: انظروا الی هذا یسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله قد سمعت رسول الله ﷺ: هما ریحانتی من الدنیا رضی الله تعالی عنهما

(البخاری 7/95: الترمذی 5/657: فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ 1390)

تو کہاں سے ہے؟ اسنے کہا میں اہل عراق سے ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا: دیکھو اس عراقی کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "بیٹے" کو شہید کر ڈالا۔ اور اب یہ مجھ سے مچھر کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ اور میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ کہ حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل بنی ام ینتمون الی عصبة الا ولد فاطمة فانا ولیهم و عصبتهم

ہر ماں کی اولاد انکے ددھیال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ سوائے اولاد فاطمہؓ کے

ان کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

(استجلاب ارتقاء الغرف للسخاوی ج 2 ص 501، المعجم الکبیر ج 3 ص 44 رقم 2632)

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ نبی پاک ﷺ کی ذریت صرف اور صرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے صاحبزادوں حسنین کریمین ؓ کی اولاد ہے۔ اور حضور مولاء کائنات شیر خدا ؓ کی باقی غیر فاطمی اولاد ذریت مصطفیٰ ﷺ نہیں ہے۔ بلکہ علوی ہیں۔

اب جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک ﷺ کے بیٹے ہیں۔ تو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کا جز و بدن ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے کہا:

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا (سورۃ الزخرف: آیت 15)

اور لوگوں نے اسکے بندوں (ملائکہ) کو اسکا جز قرار دیا:

یعنی ملائکہ جو رب تعالیٰ کے بندے ہیں انکو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا پس ثابت ہوا اولاد صاحب اولاد کی جزء ہوتی ہے۔ اور اسکے حکم میں ہوتی ہے ۔ جیسا کہ اصول سرخسی میں ہے کہ: جو حکم اصل کا ہے وہی حکم فرع کا ہے۔

اور پھر قرآن میں ہے۔ کہ

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ (سورۃ الزخرف۔ آیت 81)

کہہ دیجیے: اگر اللہ کا بیٹا ہوتا۔ تو سب سے پہلے میں اسکی عبادت کرتا:

یعنی بیٹا اپنے والد کا جز و ہوتا ہے۔ اسلئے رب تعالیٰ کا اگر کوئی بیٹا ہوتا تو وہ اسکا جز و ہونے کی وجہ سے پوجا جانے کے قابل ہوتا۔ یعنی جو حکم کل کا ہے وہی حکم جز کا ہے۔ (جز المرء فی معنی نفسہ) اور جز و کا جز و دو دفعہ جز و ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نبی پاک ﷺ کے بدن کا ٹکڑا ہیں۔ اور امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ آپ کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالی نے فرمایا: اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کو انکے اہل بیت (اولاد) میں ڈھونڈو۔ اسکے تحت علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں اس سے مراد سیدہ کائنات حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہیں۔

چنانچہ علامہ مومن بن حسن شبلنجی لکھتے ہیں کہ:

سیدی علی الخواصؒ فرماتے ہیں سیدزادے کا ہم پر حق ہے کہ ہم اپنی جانیں ان پر قربان کریں اس لئے کہ اس میں گوشت اور خون نبوی موجزن ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مقدس کا حصہ ہے اور اجلال تعظیم وتوقیر میں جو حکم کل کا ہے۔ وہی جز کا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کے کسی حصہ کی جو تعظیم اور حرمت آپ کی (ظاہری) حیات میں تھی وہی تعظیم اور حرمت اب بھی برابر ہے۔

(نورالابصار للشبلنجی ص129)

اور امام شعرانی رقمطراز ہیں: کہ

اور سیدزادے کے بضعہ نبوی (جسم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ) ہونے کی وجہ سے میں اس پر سبقت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جزو کی حرمت اور تعظیم وہی ہے۔ جو کل کی ہے۔ اور یہ وہ ادب ہے۔ جس سے آج کل کے اکثر مشائخ واقف نہیں ہیں

(لطائف المنن للشعرانی۔ص343)

چادر تطہیر کے نیچے کون:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

خرج النبی ﷺ غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ، ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جائت فاطمة

فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال: "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا." (مسلم شریف۔383/2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کالی چادر تھی۔جس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔پس امام حسنؓ آئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں چادر میں داخل کرلیا۔پھر امام حسینؓ آئے اور داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہؓ وحضرت علیؓ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی اپنی چادر میں داخل فرمایا۔پھر آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ناپاکیزگی کو دور رکھے۔اے گھر میں رہنے والو اور تمھیں خوب پاک رکھے۔جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔(الاحزاب۔33)

امام طبری (التوفی 310ھ) نے اپنی مشہور تفسیر، تفسیر طبری (تفسیر بالماثور میں قدیم ترین تفسیر ہے۔اور عالم اسلام میں اسکو پہلے درجے کی تفسیر مانا گیا ہے) میں اس آیت (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا) کے بارے میں مرفوع روایتیں (یہ احادیث "تفسیر در منثور۔امام سیوطی" کے اندر بھی موجود ہیں) بیان کی ہیں۔جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔ان میں سے ایک روایت یہاں نقل کی جاتی ہے:

عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ ،قال: قال رسول اللہ "نزلت ھذہ الایۃ فی خمسۃ: فی و علی رضی اللہ عنہ ،وحسن رضی اللہ عنہ ،وحسین رضی اللہ عنہ ،وفاطمۃ رضی اللہ عنہا

(تفسیر طبری۔ج10: ص500)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خود فرماتے ہوئے سنا: یہ آیت پانچ کے بارے میں نازل ہوئی۔یہ میرے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،حضرت علیؓ ،حضرت امام حسنؓ ،حضرت امام حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بارے میں اور پھر حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

عن انس ان رسول اللہ ﷺ کان یاتی بیت فاطمة ست اشھر اذا خرج من صلاة الفجر یقول یا اھل البیت الصلاة الصلاة یا اھل البیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

نبی پاک ﷺ فجر کی نماز کے لئے نکلتے وقت روزانہ تقریباً چھ (6) مہینے سیدہ فاطمہؓ کے دروازے پر جا کر فرماتے رہے یا اھل البیت : نماز نماز یا اھل البیت : بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ناپاکیزگی کو دور رکھے۔ اے گھر میں رہنے والو اور تمہیں خوب پاک رکھے۔ جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔

(فضائل الصحابۃ۔ امام احمد بن حنبل۔ رقم 1341،1340)

بزار نے حضرت حسنؓ سے بیان کیا ہے۔ کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا۔ اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تو آپ نے خطبہ میں فرمایا: اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں۔ اور ہم وہ اہل بیت ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔

(الصواعق المحرقۃ۔ ص 342)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

اہل بیت کی تفسیر میں مفسرین کو اختلاف ہے۔ اکثریت اس پر ہے۔ کہ اہل بیت سے مراد حضرت فاطمہؓ، حضرت حسن و حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ جس طرح کہ بہت سی روایات سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔

(مدارج النبوت۔ ج 1۔ ص 465)

مگر یہ بات بھی صحیح ہے۔ کہ نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ کو بھی فرمایا۔ کہ وہ بھی اہل بیت سے ہیں یا دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی ارشادات عالیہ ملتے ہیں۔ ان اقوال میں شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس طرح تطبیق فرمائی ہے:

اہل بیت کی چار قسمیں ہیں۔ اہل بیت نسب دوسری اہل بیت سکنی اور تیسری اہل بیت ولادت اور اہل بیت خدمت۔ حضرت عبدالمطلب کی ساری اولاد اہل بیت نسب ہے۔ ازواجِ نبوی اہل بیت سکنی ہیں۔ آپ ﷺ کے گھر کے خادم اہل بیت خدمت ہیں۔ اور آنحضرت کی اولاد پاک اہل بیت ولادت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گو اولاد سے نہیں ہیں۔ لیکن وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باعث اہل بیت ولادت سے ملحق ہیں۔ (مدارج النبوت۔ ج1۔ ص464)

کونسے اہل بیت کی محبت کا قرآن میں حکم:

جب یہ آیت مبارکہ

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

آپ فرمائیں: میں اس پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر اپنی قرابت کی محبت نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی پاک ﷺ کی بارگاہ عرشِ پناہ میں عرض گزار ہوئے:

یارسول الله من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم قال :علي وفاطمة وولداهما

یارسول اللہ ﷺ! وہ آپ کے قریبی کون ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب فرمائی گئی ہے؟ فرمایا: علیؓ و فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے (حسنؓ و حسینؓ)

(الطبرانی فی معجم الکبیر: رقم 2661/ تفسیر درمنثور ج6 ص7/ زرقانی علی المواہب ج7 س20)

ابن جریر ابی الدیلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ: جب علی بن حسینؓ (حضرت امام زین العابدین) کو گرفتار کر کے لایا گیا اور (بغرض رسوائی) دمشق کے (بازار میں) سٹیج پر کھڑا کیا گیا، تو ایک شامی باشندہ کھڑا ہوا اور بکنے لگا۔:

اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کر دی

اس پر امام زین العابدینؓ نے فرمایا:

کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

بولا: ہاں

پوچھا :ال حم پڑھی ہے؟

بولا: ہاں

پوچھا: کیا تم نے "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى" نہیں پڑھا؟

بولا: تو کیا وہ لوگ تم ہو؟

فرمایا: ہاں۔ (روح المعانی: 31/25، الصواعق المحرقہ)

☆ حضرت امام زین العابدینؓ نے بہت ہی واضح تفسیر فرما کر تمام ابہام کو صاف فرما دیا۔ اور آپکے تفسیر فرمانے کے بعد کسی اور چیز کی حاجت نہیں رہتی۔ (وہ اسلئے کہ امام جلال الدین سیوطی نے علم المصطلح کی مشہور اور چوٹی کی کتاب" تدریب الراوی شرح تقریب النواوی "میں آپکی سند کو" اصح الاسانید" قرار دیا ہے۔؟ کہتے ہیں حضرت امام زین العابدینؓ روایت فرمائیں حضرت امام حسنؓ سے یا حضرت امام حسینؓ سے اور وہ روایت فرمائیں حضرت علی مرتضی شیر خدا سے۔ وہ روایت فرمائیں سید الانبیاء سے۔)

اسی طرح امام سخاوی نے اہل بیت ہی کی سند سے حضرت حسنؓ کا ارشاد نقل کیا ہے:

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کہ بیشک ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ جن سے محبت اور مودۃ اللہ نے ہر مسلمان پر فرض کر دی ہے۔ پس اللہ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ومن يقترف حسنة نزدله فيها حسنا

پس اقتراف الحسنہ سے مراد اہل بیت سے محبت و مودت ہے۔

(الاستیعاب 59، الذریۃ الطاہر ملد ولابی 74)

اسی بات کو امام ابن حجر مکی نے اس طرح ذکر کیا ہے: کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے ایک خطبہ میں فرمایا:

جو مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے۔ کہ میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی :واتبعت ملة آبائی ابراهيم واسحاق۔ پھر فرمایا: میں بشیر کا بیٹا ہوں، میں نذیر کا بیٹا ہوں۔ پھر فرمایا: میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے محبت اور مودت کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی۔

(الصواعق المحرقہ۔ ص 403)

حضرت امام فخر الدین رازیؒ اپنی مشہور تفسیر ''تفسیر کبیر'' میں آیت مودۃ کے تحت لکھتے ہیں:

لما نزلت هذه الاية قيل يارسول الله من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم فقال: علي و فاطمة و ابناهما

جب یہ آیت (قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) نازل

ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ عرش پناہ میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے وہ کونسے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کردی گئی ہے۔ تو امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ عنہما ہیں۔

(تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون۔ص:166)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازیؒ مزید لکھتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا:

پہلا انعام:

من مات علی حب آل محمد مات شہیدا

جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے شہادت کی موت پائی

دوسرا انعام:

مزید فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا لہ

آگاہ ہوجاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ (گناہوں سے بخشا ہوا مرا)۔

تیسرا انعام:

مزید فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا

آگاہ ہوجاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہو کر مرا

چوتھا انعام:

مزید فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان

خبردار ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا

پانچواں انعام:

پھر فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات بشرہ ملک الموت بالجنة ثم منکر ونکیر

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا، اسے ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

چھٹا انعام:

پھر ارشاد فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما یزف العروس الی بیت زوجها

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا۔ جیسے دلہن کو اسکا شوہر گھر لے جاتا ہے

ساتواں انعام:

اور فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبرہ بابان الی الجنة

.....مات علی السنة والجماعة

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا اسکی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

(تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشر ون۔ ص:165۔166 /تفسیر کشاف: ج3 ص 467)

یہاں پر بہت سے بے مہارے لوگ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ نسب وغیرہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور اسکے لئے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے مثالیں دیتے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا پیغبر کا بیٹا ہوتے ہوئے غرق ہو گیا، عبداللہ بن ابی ابن سلول کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کوئی فائدہ نہیں دے گی وغیرہ۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ کہ کفر سے نسب کٹ جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار میں تو اسکا شائبہ تک نہیں۔ اور یہ تو ایسا پاک نسب ہے کہ قرب قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کیونکہ امام مہدی علیہ السلام آپ کی اولاد میں سے ہی ہونگے۔ قرآن تو بتاتا ہے کہ نیک مومنین کی اولاد اچھے اعمال نہ کرنے کے باوجود اپنے نیک والدین کے ساتھ ملا دی جائے گی۔ تو دونوں جہانوں کے میر و مختار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے بارے میں فتوی لگاتے وقت قرآنی تعلیم کیوں مدنظر نہیں رہتی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورہ طور۔ آیت 21)

جو ایمان لائے اور انکی اولاد نے ایمان کے ساتھ انکی پیروی کی۔ ہم نے انکی اولاد ان سے ملا دی اور انکے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی۔

آگے آپ پڑھیں گے کہ حضرت عباسؓ جب قیدی بن کر آتے ہیں تو رات کو روتے

ہیں ۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے اتنی اذیت پہنچتی ہے۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو نہیں سکتے ۔حالانکہ اس وقت حضرت عباس نے کلمہ بھی نہیں پڑھا ہوا تھا۔تو سوچئے کہ کل قیامت والے دن ایسے لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب پیش ہونگے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ میں اپنے چچا (جو اس وقت مسلمان نہیں تھے ۔) کی تکلیف برداشت نہیں کرسکا۔اور جب ابولہب کی بیٹی درہ کو لوگوں نے شعلے کی بیٹی کہا۔تو میں برداشت نہیں کرسکا۔تو میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی تکلیف کو کیسے برداشت کرسکتا ہوں کہ کوئی کلمہ بھی میرا ہی پڑھے اور فتوے بھی میری اولاد پر لگائے۔حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد باقی لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔جیسا کہ مشہور ہے۔کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک سیدزادے کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک فرمایا۔تو کسی نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے ۔مجھے یقین ہے کہ انکے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے انکی والدہ مجھ سے ضرور خوش ہونگی ۔(جیسا کہ احادیث میں ہے)اور امید کرتا ہوں کہ کل قیامت والے دن میری شفاعت کریں گے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اور صدقہ:

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بالتمر عیب الندصرام النخل فیجیء ہذا بتمرہ وھذا من تمرہ حتی یصیر عندہ کوما من تمر فجعل الحسن و الحسین (رضی اللہ عنہما) یلعبان بذالك التمر فاخذ احدھما تمرۃ فجعله فی فیه فنظر الیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأخرجھا من فیه فقال: أما علمت أن آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکلون الصدقة

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔کہ انہوں نے فرمایا: (موسم کی پہلی) کھجوریں اتاری جاتیں ۔تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جاتی تھیں۔کبھی

کوئی لاتا کہ یہ اس کی کھجوریں ہیں۔اور کبھی کوئی لاتا کہ یہ اسکی کھجوریں ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس ڈھیر لگ جاتا۔حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما ان کھجوروں سے کھیلا کرتے۔ایک مرتبہ ان میں سے کسی ایک نے کھجور اُٹھا کر منہ میں ڈال لی۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے منہ سے نکال دی اور فرمایا: کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھاتے۔

(البخاری۔الرقم:1414)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے۔کہ

عن ابی هريرة رضي الله عنه : ان الحسن اخذ تمرة من تمر الصدقه فجعلها فی فيه . فقال له رسول الله عليه السلام: كخ كخ . القها . اما شعرت انا اهل بيت لا نأكل الصدقه

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ سیدنا امام حسن ؓ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کخ کخ اسے نکال دو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھاتے

(مسلم۔رقم 1069 / بخاری۔رقم 3072 / مسند احمد۔رقم 9297)

یعنی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہیں اور امت اور ہے۔چنانچہ

1۔حضرت عائشہ ؓ صدیقہ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے

عن عائشه و عن ابی هريرة ان رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) كان اذا اراد ان يضحى اشترى كبشين عظيمين سمينين اقرنين املحين موجوا ين فذبح احدهما عن امته لمن شهد لله بالتو حيد وشهد له بالبلا غ وذبح الاخر عن محمد و عن آل محمد (صلى الله عليه وآله وسلم)

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے۔ تو دو بڑے، فربہ، سینگ والے، چتکبرے، خصی مینڈھے خریدتے اور ایک اپنی امت کی جانب سے ان لوگوں کے لئے ذبح فرماتے۔ جنہوں نے اللہ کے لئے توحید کی گواہی دی۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے تبلیغ رسالت کی گواہی دی۔ اور دوسرا خود اپنی جانب سے اور آل محمد کی جانب سے ذبح فرماتے۔ (ابن ماجہ۔ رقم 3113 / شعب الایمان ج 2۔ رقم 1591)

☆ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل ہے۔ کہ لفظ آل خاص قرابت داروں کے لئے ہیں۔ عامتہ المومنین کے لئے نہیں۔ (شعب الایمان ج 2 ص 225)

2۔ حضرت زید بن ارقمؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریضہ حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے باہر غدیر خم کے موقع پر تشریف فرما ہوئے۔ جہاں سے مختلف اطراف کو راستے جاتے تھے۔ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے اصحاب کو الوداع کہنے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا: اے میرے ساتھیو! میں اپنے فرائض کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکا ہوں۔ سنت الھیہ کے موافق کسی وقت اللہ تعالی کی طرف سے حکم آجائے۔ اور مجھے اسکی تکمیل کرنا پڑے اسلئے میں تمہاری ہدایت ونجات کے لئے آخری بات کہہ دینا چاہتا ہوں تا کہ تم ھدایت صراط مستقیم سے بھٹک نہ جاؤ۔

انی تارك فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ النور والھدی فخذو ابکتاب اللہ واستمسکو بہ وقال: اھل بیتی اذ کر اللہ فی اھل بیتی وقالہ ثلاثاً۔

میں تم میں دو بے مثل عمدہ نفیس چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالی کی کتاب (قرآن) جو نور ھدایت سے بھرپور ہے اس کو بہت مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ دوسری گرانقدر اور بزرگ چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں

اپنے اہل بیت کے معاملے میں ۔میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے معاملے میں۔اور یوں ہی تین بار اس کا تکرار فرمایا۔

(مسلم شریف ج2۔رقم2408 / المعجم الکبیر رقم4888 / مشکواۃ ص725)

☆اس میں قرآن اور اہل بیت کا ذکر ہے ۔قرآن ناطق نہیں ہے اور اہل بیت ناطق ہیں ۔یعنی قرآن علم ہے تو اہل بیت اسکی عملی تفسیر ہیں ۔اسکا مطلب نبی پاک ﷺ نے امت کے لئے قرآن اور اہل بیت کو چھوڑا۔یعنی امت اور ہے اور اہل بیت اور ہیں۔اگر امت اور اہل بیت ایک چیز ہوتے تو اوپر کا فرمان کبھی نہ فرمایا ہوتا۔ مذکورہ بالا حدیث پر شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے بہت ہی محققانہ تبصرہ فرمایا ہے۔چنانچہ آپ (مدارج النبوت ج1۔ص464) پر رقمطراز ہیں:

اب تدبر لازم ہے کہ ان دونوں سے کس طرح مخالفت کی جاسکتی ہے۔اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

آلِ محمد کو پہچان لینا دوزخ کی آگ سے چھٹکارے کا باعث ہے ۔اور آلِ محمد ﷺ کو محبوب رکھنا صراط سے گزرنا ہے۔اور آلِ محمد ﷺ سے عقیدت رکھنا اللہ تعالی کے عذاب سے امان پانا ہے۔اور پہچاننے سے مراد ہے ان کا مرتبہ اور مقام سمجھنا۔یعنی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہے۔اور جس وقت ان کی یہ نسبت پہچان لی جائے جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔تو پھر یہ بھی پتہ چل جائے گا۔کہ ان کی مخالفت سے گمراہی کس طرح لازم آتی ہے ۔اور ان کی پیروی اور احترام کیا جائے تو کس طرح گمراہی سے نجات اور عذاب سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔

3۔ عن زید بن یثیع عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ علیہ السلام بعث ببراءۃ الی اهل مكة مع ابی بكر ،ثم اتبعه بعلی، فقال له : خذ الكتاب .فامض به الی اهل مكة قال: فلحقه. فاخذ الكتاب منه. فانصرف ابو بكر

وھو کئیب ،فقال لرسول اللہ [یارسول اللہ ﷺ] انزل فی شیء" ؟ قال :
لا ، الا ، انی امرت ان ابلغه انا اور جل من اهل بیتی

(مسند احمد رقم 1287 / السنن الکبری للنسائی رقم 846 / فضائل الصحابہ رقم 1203 / مجمع الزوائد رقم 11039 / الریاض النضرۃ ج4 ص114)

☆ عمدۃ القاری شرح بخاری، علامہ بدالدین عینیؒ نے زیادہ تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے۔ حضرت زید بن یثیع حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سورۃ براۃ دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور فرمایا: تم وہ مکتوب ان سے لے لو اور اہل مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچ گئے۔ اور ان سے مکتوب لے لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ غمگین حالت میں واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! کیا میرے خلاف کوئی وحی اتری ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، مگر مجھے حکم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ذمہ داری میں خود نبھاؤں یا میرے اہل بیت کا کوئی شخص نبھائے۔

اگر امت مسلمہ کی افضل ترین شخصیت، اعلیٰ ترین متقی کو نبی پاک ﷺ نے فرما دیا کہ آپ چونکہ میرے اہل بیت میں سے نہیں۔ اس لئے آپ یہ اعلان نہیں کر سکتے ۔ مجھے جو حکم ہوا ہے اسکے مطابق اسکا اعلان میں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرسکتا ہے۔ علیؓ چونکہ میرے اہل بیت میں سے ہے اسلئے اسکا اعلان وہ کرسکتا ہے۔
تو وہ لوگ جو کہتے ہیں ہر متقی بھی اہل بیت میں سے ہے۔ ذرا سوچیں!

4۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

عن ابی بکر الصدیق انه قال: یا ایها الناس ارقبوا محمدا فی اهل بیته

(البخاری۔ 7/ 95_78 / فضائل الصحابہ۔ امام احمد۔ رقم 971)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے فرمایا: اے لوگو! حضرت محمد ﷺ کی قربت کو انکے اہل بیت میں ڈھونڈو۔

☆ خلیفہ بلا فصل، یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے جہاں یہ بتادیا کہ نبی پاک ﷺ کی قربت چاہتے ہو۔تو اہل بیت رسول ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔ وہاں یہ بات بھی سمجھادی۔ کہ اہل بیت اور امت اگر الگ نہ ہوتے۔تو امت کو کیوں حکم فرماتے: کہ تم اہل بیت میں سرکار ﷺ کی قربت کو ڈھونڈو۔ اسکا مطلب ڈھونڈنے کا کام امت کرے اور جنکو ڈھونڈے وہ اہل بیت ہیں۔اور پھر آپ ؓ نے خود حضرت امام حسن ؓ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر (حالانکہ آپ ؓ نے کسی اور کے بچے کو کبھی کندھوں پر نہیں بٹھایا) واضح کر دیا کہ میں خود بھی کس طرح اہل بیت رسول ﷺ کا احترام کرتا ہوں۔

''محبت اہل بیت'' مومن ہونے کی شرط

عن عبد الرحمان بن ابی لیلی عن ابیه قال: قال رسول الله ﷺ:

لا یومن عبد حتی اکون احب الیه من نفسه واهلی احب الیه من اهله وعترتی احب الیه من عترته .وذاتی احب الیه من ذاته رواه الطبرانی و البیهقی ۔(الطبرانی فی معجم الکبیر 7/75 الرقم: 6416۔البیہقی فی شعب الایمان: الرقم 1505۔والھیثمی فی مجمع الزوائد 1/ 8)

حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلی ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی

جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں۔اور میرے اہل بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں۔اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔

☆ یعنی مومن ہوسکتا ہی نہیں جب تک میں اور میری اہل بیت اسکو اپنی ذات ،گھر والوں اور اولاد سے محبوب تر نہ ہو جائیں۔

☆ پھر کیا وہ لوگ مومن ہیں؟ جو اہل بیت کو اُٹھتے بیٹھتے برا کہتے رہتے ہیں۔انکے بارے میں بغض وعناد کے بازار ہر وقت گرم رکھتے ہیں۔

انکو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

☆ اور اس حدیث کی روشنی میں یزید اور اسکے حواری کسی صورت مومن نہیں ہوسکتے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین کریمین ؓ کو اللہ کی پناہ میں دینا:

کان النبی ﷺ یعوذ الحسن والحسین، ویقول: ان ابا کما کان یعوذ بھا اسماعیل و اسحاق ''اعوذبکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔اور فرماتے تھے۔کہ تمہارے دادا (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام کے لئے مانگا کرتے تھے۔''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعے ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔(صحیح البخاری۔الرقم:3371)

☆ پہلی بات جو لوگ یہ کہتے ہیں نسب کوئی چیز نہیں ۔وہ غور کریں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹوں کو اپنے باپ دادا کے بارے میں پہلے بتا کر پھر انکی دی ہوئی تعلیم کے بارے میں بتایا۔

☆ دوسری بات کہ جن ہستیوں کو امام الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی پناہ میں دیں ۔تو یقینا انھیں اللہ تعالی نے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔اب جنکی تربیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں اور اللہ تعالی انکی حفاظت فرمائے۔انکے بارے میں کوئی ناپاک ہرزہ سرائی کرے،انکی ذاتوں میں کیڑے نکالے۔انکے عیب تلاش کرے ۔اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے؟

محبوب مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ومحبوبِ خدا:

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انی احبھما فأحبھما

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔تو بھی ان سے محبت فرما

(فضائل الصحابۃ۔امام احمد۔الرقم:1371 /السنن زلترمذی:5_661)

☆ اب جن سے اللہ تعالی مالکِ کون ومکان محبت فرمائے اور اسکا محبوب محبت فرمائیں یا یوں کہہ لیجئے کہ جو اللہ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہو۔اسکے ساتھ بغض رکھے۔تو اس کو قیامت والے دن اپنا ٹھکانہ تلاش کرنے میں دقت کا سامنا نہیں ہونا چاہیے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما شبیہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عن علی رضی اللہ عنہ قال:الحسن اشبہ الناس برسول اللہ علیہ السلام ما بین الصدر الی الرأس والحسین رضی اللہ عنہ اشبہ الناس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کان اسفل من ذلک

سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: سینے سے لے کر سر تک لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور اس سے نچلے حصے

میں سیدنا امام حسین ؓ نبی کریم ﷺ کے لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہہ ہیں۔

(فضائل الصحابۃ۔امام احمد الرقم:1366 / السنن الترمذی 660:5)

اسی طرح حضرت انس ؓ سے روایت ہے۔کہ

قال اخبرنی انس بن مالك ؓ قال لم یکن فیهم احد اشبه برسول الله ﷺ من الحسن بن علی

حضرت انس بن مالک ؓ نے فرمایا: حسن ؓ سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے (شکل وصورت میں) مشابہہ کوئی نہ تھا

(الفضائل الصحابۃ:امام احمد۔الرقم:1329 / المستدرک 157:3)

اور پھر حضرت ابو جحیفہ ؓ اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رایت رسول اللہ ﷺ و کان الحسن ؓ بن علی یشبه میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا۔یقیناً سیدنا امام حسن ؓ ان کے مشابہ ہیں

(الفضائل الصحابۃ۔امام احمد۔الرقم:1348 / مسند احمد۔307:4 / المعجم الکبیر للطبرانی۔11:3_10)

جو اس دنیا میں جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ:

عن بن سابط قال دخل حسین بن علی ؓ المسجد فقال جابر بن عبدالله من احب ینظر الی شباب الجنة فلینظر الی هذا سمعته من رسول الله ﷺ

ابن سابطؒ سے روایت ہے کہ امام حسین ؓ بن علی مسجد میں داخل ہوئے۔تو حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

جو جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا پسند کرتا ہو۔تو وہ ان کو دیکھ لے۔میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سنا:

(فضائل الصحابۃ:امام احمد۔الرقم:1372 / المطالب العالیۃ لابن حجر 71:4)

☆یعنی نبی پاک ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد عاشقان رسول ﷺ کو جب چہرہ مصطفی ﷺ کے دیدار کی تڑپ اُٹھتی ہوگی۔تو وہ سارے کے سارے حسن وحسین علیہ السلام کی گلی میں جاتے ہونگے۔اور حسنین کریمین ؓ فرماتے ہونگے:

مجھی کو دیکھ لیں اب تیرے چاہنے والے

مجھے حسن بن علی ؓ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں:

نبی پاک ﷺ نے امام حسن ؓ کو سینے مبارک سے لگالیا اور یوں دعا فرمائی:

الهم انی احبه فاحبه واحب من یحبه ثلاث مرات

اے اللہ! بے شک میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔تو بھی اس سے محبت فرما۔اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما، یہ دعا تین بار فرمائی۔حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں۔کہ اس ارشاد نبوی کے بعد مجھے حضرت حسن بن علی ؓ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔

(البخاری: رقم 5884 / الصحیح مسلم۔الرقم: 6258،6256 / ابن ماجہ۔الرقم:142)

☆یعنی جو بندہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرے گا۔وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا محبوب بن جائے گا۔اسلیے صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں۔مجھے حسن ؓ بن علی ؓ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔

قاتل بھی حسنِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پکار اُٹھا:

جب ابن زیاد لعین کے سامنے امام عالی مقام امام حسین ؓ کا سر انور لایا گیا۔تو دیکھ کر بے اختیار پکار اُٹھا:

ما رأیت مثل هذا حسنا

میں نے ان سے بڑھ کے حسین کسی کو نہیں دیکھا

(المعجم الکبیر للطبرانی۔3:135 / فضائل الصحابۃ: امام احمد۔الرقم:1394)

☆ واہ مولا کریم تو نے اُس منہ اور زبان سے امام حسین علیہ السلام کی تعریف کروائی۔ کہ جو اہل بیت کی دشمنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

میرا یہ بیٹا سیّد ہے

عن ابی بکرۃ قال رایت رسول اللہ ﷺ علی المنبر وحسن معه وهو یقبل علی الناس مرۃ وعلیه مرۃ ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح به بین فئتین من المسلمین

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے دیکھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اور حضرت امام حسنؓ آپ کے ساتھ تھے۔ تو رسول اللہ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے کبھی حضرت امام حسنؓ کی طرف اور فرماتے: یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالی اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

(البخاری۔5:307/سنن الترمذی۔5:651/فضائل الصحابۃ۔امام احمد۔الرقم 1354)

☆ واہ کیا خوب نظارہ ہے۔ کہ مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی سب لوگوں کی طرف ایک نظر ڈالتے اور کبھی صرف امام حسن علیہ السلام پر ایک نظر ڈالتے

☆ پھر آپکی سرداری کا اعلان فرمایا۔ کہ اے امام حسنؓ تم کہیں بھی ہو کسی حالت میں ہو سرداری تمہاری ہے۔ اور سرداری دینے کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ آنے والے وقت میں میرا یہ بیٹا، میرا یہ سردار مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔ اور مدت خلافت ختم ہونے پر اقتدار کو ٹھوکر مار دے گا۔ پھر بھی سردار یہی ہوگا۔

☆ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبوں میں ذکر اہل بیت کرنا، انکے اوصاف بیان کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

امام حسن علیہ السلام نبی پاکؐ کے مشابہ:

اخبرنی عقبہ بن الحارث قال خرجت مع ابی بکر من صلاۃ العصر بعد وفاۃ النبی ﷺ بلیال و علی یمشی الی جنبہ فمر بحسن بن علی یلعب مع غلمان فاحتملہ علی رقبۃ وھو یقول بابی شبہ النبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم لیس شبیھا بعلی قال و علی یضحک

حضرت عقبہ بن حارثؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ راتوں بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز عصر کے بعد نکلا اور حضرت علی مرتضی علیہ السلام بھی انکے پہلو میں چل رہے تھے۔ پس وہ سیدنا امام حسن بن علیؓ کے پاس سے گزرے۔ جو کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ علیؓ کے نہیں اور سیدنا علیؓ مسکرا رہے تھے

(فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ الرقم:1351)

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادے کو گلی میں اپنے کندھوں پر بٹھا کر بتانا چاہا کہ لوگو اگر شان، مرتبہ۔ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو میری طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے پھرو جیسے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ اور پھر یہ کیوں فرمایا: کہ میرے باپ آپ پر قربان؟ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ جن شہزادوں پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ماں باپ قربان کرتے تھے۔ ان پر میں اپنے والدین کیوں نہ قربان کروں۔

☆ پھر آپ نے امام حسن علیہ السلام کی تعریف کی۔ اسکا مطلب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتانا چاہا کہ ایک وقت آنے والا ہے۔ جب لوگ مجھ سے محبت کے دعویدار ہونگے

۔مگر دوسری طرف اہل بیت کے خلاف بدزبانی کرنے ،بغض کرنے والے ہونگے ۔انکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔کیونکہ محب اہل بیت اور بغض اہل بیت رکھنے والے ایک جگہ اکھٹے نہیں ہوسکتے۔

☆اور پھر یہ فرمانا کہ یہ علیؓ کے مشابہ نہیں۔جس پر حضور مولا کائنات مسکرار ہے تھے۔سب سے پہلی بات کہ اس سے ثابت ہوتا ہے۔کہ دونوں ہستیوں کے درمیان دوستانہ تھا۔اور دوسری بات کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بتانا چاہا کہ اے لوگو: میں نے امام حسن علیہ السلام کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو تشبیہ دی ہے۔اس سے مراد یہ ہے ۔کہ جب ہم سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے تھے تو رب یاد آتا تھا۔اور اب امام حسن علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں۔تو ایک تو رب یاد آتا ہے۔اور دوسرا ایسا لگتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی ہے۔کیونکہ یہ ہیں ہی ہم شکل مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عرش کی تلواریں:

طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسنؓ اور حسینؓ عرش کی تلواریں ہیں۔(الصواعق المحرقہ۔446)

یہ میرے بابا کا منبر ہے:

دار قطنی کی روایت ہے۔کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما تھے۔کہ امام حسنؓ آگئے اور فرمایا:

میرے ابا کے منبر سے اتر جاؤ!

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: آپ نے ٹھیک فرمایا: واللہ یہ آپ ہی کے ابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر ہے۔پھر (نیچے اترے) انھیں اُٹھایا۔اور اپنی گود میں بٹھالیا۔اور رو پڑے......

اسی طرح امام حسنؓ نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی اسی طرح کہہ دیا تھا

(جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے)۔انہوں نے بھی اُٹھا کر پہلو میں بٹھالیا۔اور فرمایا:

یہ آپ کے ہی ابا کا منبر ہے۔واللہ! میرے ابا کا تو منبر تھا ہی نہیں۔تو مولا علیؓ نے فرمایا: میں ہرگز ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں ہرگز آپ کو الزام نہیں دیتا۔ابن سعد نے یہاں اضافہ بھی ذکر کیا ہے۔کہ انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو پکڑ کر پہلو میں بٹھالیا اور یہ فرمایا: (آپ منبر کی بات کرتے ہیں) میرے تو سر کے بال بھی آپ کے باپ کی وجہ سے ہیں۔یعنی ہم خود کسی بلندی تک نہیں پہنچتے۔اگر آپ کے باپ نہ ہوتے۔

(الصواعق المحرقہ۔177)

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے امام حسن اور حسین علیہم السلام کے لئے بدر والی پنشن مقرر فرمائی تھی۔چنانچہ البدایہ میں ہے۔کہ

عن موسی بن محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی۔عن ابیہ۔ان عمر لما عمل الدیوان فرض للحسن والحسین مع اھل بدر فی خمسة آلاف درھم۔ (البدایہ والنہایہ۔ج8،ص202،کتاب الاموال)

حضرت موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت عمر فاروقؓ نے وظائف کا رجسٹر بنایا تھا۔اس وقت انہوں نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے لئے اہل بدر کے برابر 5000 ہزار درہم پنشن مقرر کی تھی۔

☆ یہ بات بھی اچھی طرح سے یاد رکھنی چاہیے۔کہ اہل بیت سے پیار کرنے والا صحابہ کرام سے بھی پیار کرنے والا اور ان پر طعن کرنے والا نہیں ہوگا۔کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مد احدھم ولا نصیفه۔

میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے مثل سونا خرچ کرے تب بھی ان کے مٹھی دیئے ہوئے ''جَو'' کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

(الصواعق المحرقہ۔امام ابن حجر مکی۔ص20)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابي فلو ان احد کم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مدا حدهم ،ولا نصيفه

(البخاری۔الرقم3470۔الترمذی:الرقم3861وابوداود الرقم:4658)

میرے صحابہ کو برا مت کہو، پس اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے۔تب بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

چکی چل رہی تھی مگر چلانے والا کوئی نہیں تھا:

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر ؓ کو حضرت علی ؓ کو بلانے کے لئے بھیجا۔تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔مگر کوئی اسے چلانے والا موجود نہیں۔انہوں نے اس بات کی اطلاع نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔تو آپ ؐ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالی کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔کہ وہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کریں۔(الصواعق المحرقہ۔امام ابن حجر مکی۔ص415)

قرآن اور میرے اہل بیت کے بارے میں میری کیسی جانشینی نبھاتے ہو:

عن ابي سعيد خذری رضی اللہ عنہ النبی ﷺ قال اني اوشك ان ادعى فاجيب واني تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتي اهل بيتي وان

اللطيف الخبير اخبرني انهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض فانظروا ايما تخلفوني فيهما۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مجھے بلاوا آجائے گا۔ تو میں اسے قبول کرلوں گا۔ چنانچہ میں تم میں دو بھاری چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرا میرے اہل بیت ہیں ۔اور لطیف وخبیر (ذات) نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ یہ دونوں ہرگز الگ نہ ہونگے ۔ یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر آئیں گے دیکھو! تم ان دونوں کے بارے میں میری کیسی جانشینی نبھاتے ہو۔ (فضائل الصحابہ: الرقم 1383 / المستدرک: 3/ 157)

☆ یہاں یہ لفظ "لن يتفرقا" قابل غور ہے۔ کہ "ہرگز جدا نہیں ہونگے"۔ اور پھر فرمایا: میری کیسی جانشینی نبھاتے ہو۔ کیا آج ہم میں وہ لوگ ہیں جو اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کا پیار کرتے ہیں جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کریں گے:

چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

كيف انتم اذا ابن مريم فيكم وامامكم منكم

اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی۔ جب ابن مریم علیہ السلام تمہارے درمیان اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (بخاری۔ الرقم: 3449 / صحیح مسلم۔ الرقم: 394،923)

حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے متعدد احادیث صحیحہ اور حسنہ مروی ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

منا الذى يصلى عيسى بن مريم خلفه

وہ شخص ہم میں سے ہوگا۔ جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔

(الحاوی للفتاوی ص 471 / اشراط الساعۃ ص 255)

ائمہ اہل بیت اور انکے ناموں کی برکت:

امام ابن حجر مکی تاریخ نیشا پور سے نقل فرماتے ہیں: کہ

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام نیشا پور تشریف لائے اور بازار میں داخل ہوئے۔ تو حافظ ابوزرعہ رازی اور حافظ محمد بن اسلم طوسی بے شمار طلبہ علم وحدیث کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؓ بند پالکی میں تشریف فرما تھے۔ حافظ رازی اور حافظ طوسی دونوں نے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ حاضرین کو چہرہ انور کے دیدار کا شرف بخشئے اور آبائی سلسلے سے کوئی حدیث روایت کیجئے

آپ نے سواری ٹھہرانے اور خدام کو پردہ اٹھانے کا حکم دیا۔ خلق خدا نے آپؓ کے روئے مبارک کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ آپؓ کے دو گیسو تھے۔ جو کندھوں پر لٹک رہے تھے۔ وارفتگی کی کیفیت یہ تھی۔ کہ لوگوں کی آہیں تھمتیں نہ تھیں ۔ نالہ و بکار کتا نہیں تھا۔ کچھ لوگ مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اور کچھ بے خودی میں سواری کے پاؤں چوم رہے تھے۔ علماء پکار رہے تھے: لوگو چپ ہو جاؤ!

جب خاموشی چھا گئی تو حافظ رازی اور حافظ طوسی نے املائے حدیث کی استدعا کی ۔ اس پر یوں آپ محو روایت ہوئے۔

مجھے حدیث بیان کی میرے اپنے والد (امام موسیٰ کاظم) نے

انہوں نے اپنے والد امام جعفر بن محمد صادقؓ سے

انہوں نے اپنے والد (امام محمد الباقرؓ) سے

انہوں نے اپنے والد امام علی بن حسینؓ (زین العابدین) سے۔

انہوں نے اپنے والد (امام حسین علیہ السلام) سے۔
انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے۔
انہوں نے فرمایا: مجھے بیان فرمایا میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھے جبریل امین نے بیان کیا۔
کہ میں نے رب العزت کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جس نے یہ کلمہ پڑھا۔ وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا۔ اور جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا۔ وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔
پس آپؓ نے یہ حدیث روایت کی۔ پردہ گرانے کا حکم دیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ان لوگوں کو شمار کیا گیا۔ جو باقاعدہ قلم دوات لائے۔ اور لکھ رہے تھے۔ تو تقریباً بیس ہزار (20000) تھے (یعنی باقی لوگ اسکے علاوہ تھے)

(الصواعق محرقہ:205)

اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے مذکورہ بالا سند کے بارے میں فرمایا:
اگر یہ سند مجنون پر پڑھی جائے تو اس کا جنون دور ہو جائے گا۔ (الصواعق الحرقہ:205)
اسی طرح ابن ماجہ میں ہے۔ کہ:

حدثنا سهل بن ابی سهل ،ومحمد بن اسماعيل قالا: حدثنا عبد السلام بن صالح ابو صلت الهروی: حدثنا علی بن موسی الرضا ،عن ابيه، عن جعفر بن محمد، عن ابيه ،عن علی بن الحسين، عن ابيه، عن علی بن ابی طالب ،قال : قال رسول الله (صلی الله عليه وآله وسلم) :الايمان معرفة بالقلب وقول باللسان و عمل بالاركان .قال ابو صلت :لو قرئ هذا الاسناد علی مجنونٍ لبرا۔

(ابن ماجہ،65۔تاریخ اصبہان۔تہذیب الآثار،مسند ابن عباس:1029۔شعب الایمان،امام بیہقی: 17۔معجم

الاوسط:8580،6254۔العربعون، امام آجری:12۔معجم ابن اعرابی:10576۔)

امام عبدالسلام بن ابوصلت الھروی، امام علی رضا علیہ السلام سے۔

وہ اپنے والد (امام موسی کاظم) سے۔

وہ امام جعفر بن محمد سے۔

وہ اپنے والد (امام محمد الباقر) سے۔

وہ امام علی بن حسین (زین العابدین ؒ) سے۔

وہ اپنے والد (امام حسین علیہ السلام) سے۔

وہ اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایمان دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے۔

(امام ابن ماجہ کے شیخ) امام ابوصلت ہروی فرماتے ہیں کہ اگر یہ سند

(عن علی بن موسی الرضا ،عن ابیہ، عن جعفر بن محمد،عن ابیہ ،عن علی بن الحسین ،عن ابیہ ،عن علی بن ابی طالب علیہم السلام ،حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.)

کسی مجنون (پاگل) پر پڑھ کر دم کیا جائے۔ تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

* * *

قطب الاقطاب فقط فاطمی سادات سے ہوگا

اکثر صوفیہ وعلماء کے نزدیک مسلم ہے کہ خلافت باطنیہ اور ولائت باطنیہ کی سرداری قیامت تک اہل بیت کے پاس ہے۔ چنانچہ علامہ سمہودیؒ فرماتے ہیں:

وقد اعطی ابراهیم صلوات الله علیه انبیاء من اهل بیته صلوات الله علیهم واکرم نبیناﷺ بکونه خاتم النبین اقضی انتفاء ذلك فعوضﷺ عن ذلك کمال طهارة اهل بیته فنال منهم درجة الوراثة والولایة خلق لا یحشون.....

بل ذهب بعضهم الی انه لما لم یتم للحسن رضی الله عنه امر الخلافة، لانها صارت ملکاً، وقد قالﷺ: انا اهل البیت اختار الله لنا الآ خرة علی الدنیا عوضو امن ذلك التصرف الباطن فصار قطب الاولیاء فی کل زمان من اهل البیت النبوی۔

حضرت ابراہیم صلوت اللہ علیہ کو ان کے اھل بیت میں انبیاء کرام علیہم السلام عطا کئے گئے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء کے اعزاز سے نوازا گیا۔ جس سے سلسلہ نبوت منقطع ہوگیا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے عوض جو چیز دی گئی۔ وہ آپ کے اہل بیت اکرام علیہم السلام کی کمال طہارت ہے۔ اس طہارت کی بدولت اہل بیت میں سے ایک خلقت مرتبہ وراثت وولایت پر فائز ہوئی۔۔۔۔

بلکہ بعض علماء حق اس طرف گئے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا معاملہ اس لئے آگے نہ چل سکا۔ کہ آگے ملوکیت کا دور شروع ہو گیا تھا۔ اور بیشک نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ہم اہل بیت کے لئے اللہ تعالی نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا ہے۔ پس اہل بیت کو اس کے بدلے میں تصرف باطنی عطا فرمایا گیا، سو ہر زمانے میں قطب الاولیاء اہل بیت نبوت سے ہوتا ہے۔

(جواہر العقدین: ص205،206)

اسی طرح علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ لکھتے ہیں:

ولذا نجد عباد اهل البيت اتم حالاً من سائر العباد المشار كين لهم فى العبادة الظاهرة، واحسن اخلاقاً، واز كى نفساً، واليهم تنتهى سلاسل الطرايق التى مبناها كما لا يخفى على سالكيها التخلية والتحلية اللتان هما جناحان للطيران الى حظائر القدس، والو قوف على او كار الانس حتى ذهب قوم الى ان القطب فى كل عصر لا يكون الا منهم خلافاً للاستاذ ابى العباس المرسى، حيث ذهب كما نقل عنه تلميذه التاج بن عطاء الله الى انه قد يكون من غير هم۔

ورايت فى مكتوبات الامام الفاروقى الربانى مجدد الالف الثانى قدس سره ما حاصله: ان القطبية لم تكن على سبيل الاصالة الا لائمة اهل البيت المشهور ين، ثم انها صارت بعدهم لغير هم على سبيل النيابة عنهم حتى انتهت النوبة الى السيد الشيخ عبدالقادر الكيلانى قدس سره النورانى، فنال مرتبة القطبية على سبيل الا صالة فلما عرج بروحه القدسية الى اعلى علين نال

من نال بعده تلك الرتبة على سبيل النيابة عنه .فاذا جاء المهدى ينالها اصالة كما نالها غيره من الائمة رضوان الله تعلاى عليهم اجمعين .اه وهذا مما لا سبيل الى معرفته والو قوف على حقيقته الا بالكشف وانى لى به

والذى يغلب على ظنى ان القطب قد يكون من غير هم .لكن قطب الاقطاب لا يكون الا منهم .لانهم از كى الناس اصلاً واو فر هم فضلاً .وان من ينال منهم لا ينالها الا على سبيل الاصالة دون النيابة والو كالة .وانا لا اعقل النيابة فى ذلك المقام

یہی وجہ ہے کہ ہم اہل بیت کے عبادت گزاروں کے مقام کو ظاہری عبادت میں دوسرے عبادت گزاروں سے بڑھ کر کامل، سب سے بڑھ کر حسین اخلاق اور سب سے بڑھ کر پاکیزہ پاتے ہیں۔ اور انہیں کی طرف تمام سلاسل طریقت کی انتہا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ان حضرات پر مخفی نہیں جو تخلیہ (برائیوں سے کنارہ کشی میں) اور تحلیہ (عبادت کے زیور) کو اپنانے کی منزل کے راہی ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں حریم قدس میں اڑان کے لئے روحانی پروں کی اور سکون کے گھونسلوں میں قرار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حتی کہ ایک قوم اس طرف گئی ہے۔ کہ ہر زمانہ میں قطب وقت فقط اہل بیت سے ہوتا ہے۔ بخلاف استاد ابو العباس المرسی کے، ان کے شاگرد تاج الدین بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا: غیر اہل بیت سے بھی قطب وقت ہوتا ہے۔

اور میں نے امام ربانی الفاروقی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات میں پڑھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ: اہل بیت کے مشہور ائمہ کے علاوہ قطبیت براہ راست نہیں چلی۔ پھر ان کے بعد غیر اہل بیت کے لئے انہیں سے نیابت کے طور پر چلتی رہی حتی کہ سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ النورانی کی نوبت آئی۔ تو وہ اصالۃ (براہ

راست) قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے۔ پھر جب وہ اپنی روح مقدس کے ساتھ اعلی علیین کی طرف محو پرواز ہوئے تو بعد والوں کو یہ رتبہ ان کی نیابت میں ملا۔ پھر جب امام مھدی علیہ السلام جلوہ گر ہونگے۔ تو وہ دوسرے ائمہ اہل بیت کی طرح اصالۃ اس مرتبہ پر فائز ہونگے۔ (مکتوبات کی عبارت مکمل ہوئی)

(امام آلوسی فرماتے ہیں:) اور اس بات کی معرفت اور اسکی حقیقت تک رسائی کشف کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اور مجھے کشف کہاں حاصل؟ اور جو چیز میرے گمان پر غالب ہے۔ وہ یہ ہے کہ قطب وقت اہل بیت کے علاوہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن ''قطب الاقطاب'' فقط اہل بیت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی اصل (نسب) میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور فضیلت میں سب سے وسیع ہیں۔ اور ان میں سے جو بھی اس مقام پر فائز ہوا ہے۔ اصالۃ ہوتا ہے۔ نیابۃً یا وکالۃً نہیں، اور مجھے اس مقام میں نیابت سمجھ نہیں آتی۔

(تفسیر روح المعانی۔ ج12 جز22 ص28)

باب مدینۃ العلم کے لخت جگر کا خطبہ بے مثال:

ابن عساکر اپنی کتاب ''تاریخ دمشق'' میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ لوگوں میں بیٹھے حدیث بیان کر رہے تھے۔ کہ نافع بن ازرق کھڑا ہوا۔ اور کہا اے ابن عباس آپ لوگوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے مسئلے بیان کرتے رہتے ہو۔ ذرا اپنے اس الہ کا حال تو بیان کرو۔ جس کی عبادت کرتے ہو!

سوال کی بیباکی اور شدت سے ابن عباسؓ نے اپنا سر جھکا لیا۔ حسین بن علیؓ بھی ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا:

نافع بن ازرق میرے پاس آؤ۔ کہنے لگا میں نے آپ سے نہیں پوچھا

ابن عباسؓ نے فرمایا: ابن ازرق! یہ اہل بیت نبوت کے فرد ہیں اور یہی تو علم کے

وارث ہیں۔

وہ امام حسینؓ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ نے اسے فرمایا:

نافع! جس نے اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھی، ہمیشہ التباس میں پڑا رہے گا۔ جب گرے گا اوندھے منہ گرے گا۔ منہاج کے بارے میں پوچھتا ہی رہے گا۔ جب گرے گا، اندھے منہ گرے گا۔ کجی کے ساتھ سفر کرے گا۔ راستے سے بھٹکا رہے گا۔ فضول باتیں کہتا رہے گا

ابن ازرق! میں اپنے الہ کی وہی شان بیان کرتا ہوں۔ جو اس نے خود بیان کی۔ اور میں اس کی وہی تعریف کرتا ہوں جو اس نے خود اپنی تعریف کی۔ اس کا حواس سے ادراک نہیں ہو سکتا۔ اسے لوگوں سے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ قریب ہے لیکن چمٹا ہوا نہیں۔ دور ہے۔ لیکن سمٹا ہوا نہیں۔ وہ اکیلا ہے اجزا سے پاک ہے۔ اسے آیات سے پہچانا جاتا ہے اور علامات سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الہ نہیں، بڑا ہے اور بلند ہے"

ابن ازرق رو پڑا اور بولا:

حسینؓ! کتنا حسین ہے تیرا کلام!

فرمایا: مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہ تو میرے والد گرامی، میرے بھائی اور میرے بارے میں کفر کی شہادت (نعوذ باللہ) دیتا ہے؟

ابن ازرق بولا: حسینؓ! واللہ میں یہ بات کہتا تھا۔ لیکن تم لوگ تو اسلام کے مینارے اور احکام کے ستارے ہو

امام حسینؓ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ بولا پوچھئے

امام حسینؓ نے سورۃ الکھف کی (آیت 82) تلاوت کی

ترجمہ: اور وہ جو دیوار تھی۔ سو دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اس شہر میں۔ اور اسکے نیچے انکا خزانہ گڑھا تھا اور انکا باپ صالح تھا (حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے یہ دیوار

سیدھی کردی تھی تا کہ خزانہ محفوظ رہے)

حضرت امام حسینؓ نے پوچھا ان لڑکوں کی حفاظت کس وجہ سے ہوئی؟

ابن ازرق نے جواب دیا: باپ کی وجہ سے

فرمایا: تو ان کا باپ بہتر تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

(یقینا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یتیم بچوں کے باپ سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔تو کیا اللہ ہمارے والد کی وجہ سے ہماری اور ہمارے ایمانی خزانے کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔)

امام حسین علیہ السلام سے روایت کردہ احادیث:

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جودت طبع اور ذکاوت و فطانت سے خوب خوب بہرہ مند فرمایا۔چنانچہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی

بخیل ہے وہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔پھر مجھ پر صلوٰۃ نہ بھیجے۔

(مسند احمد، سنن ترمذی)

اسی طرح طبرانی میں آپ سے روایت ہے۔کہ ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور عرض کیا: میں کم حوصلہ اور کم زور ہوں!

فرمایا: ایسے جہاد کی طرف آجاؤ جس میں کانٹا نہیں، ''حج''

مسند احمد میں آپ سے مروی ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ

حسین مسلمان وہ ہے جو لایعنی کام ترک کردے۔

☆☆☆

سرکارؐ کی عترت کی حرمت کو پامال کرنے والے پر اللہ اور اسکے رسولؐ کی لعنت

عن عائشة قالت: قال رسول اللهﷺ: "ستة" لعنتهم لعنهم الله وكل نبي مجاب:

الزائد في كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز بذالك من اذل الله ويذل من اعز الله والمستحل لحرم الله، والمستحل من عترتي ما حرم الله والتارك لسنتي،

(المستدرک للحاکم: حدیث 2154) حاکم نے کہا حدیث معیار بخاری کے مطابق صحیح ہے (، روح المعانی: 72/26، مشکواۃ مع مرقاۃ: 1/180)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چھ آدمیوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے۔ اور میں بھی ان پر لعنت کرتا ہوں۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے:

1۔ کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والا۔

2۔ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔

3۔ میری امت پر جبر و جور سے مسلط ہونے والا، تاکہ جنھیں اللہ نے عزت مند قرار دیا ہے۔ انھیں ذلیل کرے اور جنھیں اللہ نے ذلیل ٹھہرایا ہے، انھیں معزز بنائے۔

4۔ اللہ کے حرم کو حلال کرنے والا۔

5۔ میری عترت کو اللہ نے جو حرمت عطا فرمائی ہے۔ اسے پامال کرنے والا۔

6۔ سنت کو (معمولی اور غیر ضروری سمجھ کر) ترک کرنے والا۔

☆ اس حدیث کے مطابق یزید اور اسکے حواریوں (کیونکہ جتنا اہل بیت اطہار کی

حرمت کو انھوں نے پامال کیا۔وہ زمین آسمان میں رہنے والے سب جانتے ہیں۔سوائے بد بخت، سرکش جنوں اور انسانوں کے) پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی لعنت ہے۔

یزید کے حمایتی لوگوں کے لئے یزید کے اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کی گواہی پیش کرتے ہیں۔کہ کیا اس نے اولاد رسول ﷺ کی حرمت کو پامال کیا کہ نہیں؟۔

چنانچہ مشہور محقق کمال الدین محمد بن موسی دمیریؒ نے اپنی کتاب (حیاۃ الحیوان الکبری 1/ 89،88) میں لکھتے ہیں:

......حقیقت یہ ہے۔کہ میرے ابا یزید اپنے برے کردار اور اسرافِ نفس کی وجہ سے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خلافت کے اہل نہیں تھے۔چنانچہ وہ اپنی خواہشات پر سوار رہے۔اپنی خطاؤں کو درست سمجھتے رہے۔بڑی دیدہ دلیری سے اللہ کے احکام کو توڑا اور اولاد رسول ﷺ کی حرمت کو اپنی عزت کی خاطر پامال کیا۔

چنانچہ انکا وقت گھٹ گیا، خیر کا سلسلہ کٹ گیا۔اور وہ اپنے عمل کے ساتھ سو گئے۔آج وہ اپنے گڑھے کی آغوش میں اپنے جرم کے گروی ہیں۔اور انکی بدیوں کے نتائج دنیا میں باقی ہیں............

☆ حرم پاک کے ساتھ عترت پاک کا ذکر عترت رسول ﷺ کی عظمت و فضیلت کو خوب ظاہر کر رہا ہے۔اور یہ بتلا رہا ہے۔کہ اللہ تعالی کی نسبت سے حرم پاک کا احترام لازم ہے۔تو رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے عترت پاک کا احترام بھی لازم ہے۔

❦❦❦

حضرت حیدر کرار رضؓ اور ابن حضرتِ حیدر کرار رضؓ

لا عطین ھذا الرایۃ غداً رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ و رسول و یحبہ اللہ ورسولہ۔ (بخاری شریف ج2 ص405، مسلم شریف ج2 ص279)

میں کل جھنڈا اس مرد خدا کے ہاتھ میں دوں گا۔ جو اللہ عز وجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اسکے ہاتھ پر فتح عطا کرے گا

اب امام حسین علیہ السلام زبان حال سے فرماتے ہیں۔ اے میرے ابا جان! اِس جگہ تلوار لے کے جانا بڑا آسان ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہوں۔ کہ اے علی تو فتح کے لئے جائے گا۔ اور پھر اب میرے جانے کا وقت ہے۔ تو میرے نانا جان نے فرمایا ہے۔ کہ میرا حسین رضؓ جائے گا لیکن واپس نہیں آئے گا۔ میرے حسین رضؓ کا خون بہا دیا جائے گا۔ میرے حسین رضؓ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ اے میرے ابا جان! اب یہ کٹھن وقت ہے۔

آپ علی سہی، مرتضی سہی، آپ مشکل کشا سہی۔ لیکن جس کو بشارت ملی ہوئی ہو کہ علی رضؓ فتح کرے گا۔ اسکے لئے تو جانا آسان بات ہے۔ مگر اے اباجی! جس کو یہ بتا دیا جائے تیرے خیمے جلا دئے جائیں گے۔ تیرے بازو کاٹے جائیں جائیں گے۔ تیرے علی اصغر کے حلق سے تیر پار کر دیا جائے گا۔ اور لاشوں کا وارث کوئی نہیں رہے گا۔ اس کا قدم اُٹھے تو دیکھوں؟

ثانی زہرا حضرت زینب سلام اللہ علیھا:

قارئین: ذرا سوچئے کہ ایک خاتون ہو۔ اپنے بے مثل بیٹوں کو اپنے بھائی پر قربان کر چکی ہو، اپنے بھتیجوں کو اپنے سامنے دفنا چکی ہو، دوشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسوار بے

مثال بھائی کو اپنے سامنے راہ مولا میں بے مثل طریقے سے جام شہادت نوش کرتے دیکھ چکی ہو۔ اور اسکے سامنے اپنے کنبے کے نفوسِ قدسیہ کے جسموں پر گھوڑے دوڑتے دیکھ چکی ہو۔ اپنے سامنے اپنے بھائی کے سرانور کو نوکے نیزہ پر بلند دیکھ چکی ہو۔ اپنے سامنے خاندان نبوت کی پاک باز شہزادیوں سے انکے زیور چھینے جا چکے ہوں۔ انکے دوپٹے اتارے جا چکے ہوں۔ یزیدیوں کے پست ترین سلوک کو دیکھ چکی ہوں۔ ہتھکڑیاں پہنے قیدیوں کی طرح بازاروں سے گزرتے وقت یزید صفت لوگوں کی بکواسات سن چکی ہوں۔ اسکے بعد گلستانِ رسول ﷺ کے لٹے ہوئے قافلے کی حفاظت جس جوانمردی، بلند حوصلے، اعلیٰ قوت ارادی، علمی برتری، بے مثال شجاعت و صبر استقلال سے کی وہ دنیا میں آپ کی ہی ذات کا خاصہ ہے۔ اور پھر اسکے بعد یزیدیوں کے درباروں میں جس جلالتِ نبوی، رعب و فصاحت و بلاغت و طرز تکلم حیدری سے جو لاجواب خطبے ارشاد فرمائے۔ وہ رہتی دنیا تک یادگارِ بیمثال رہیں گے۔ اسی لئے امام ابن حجر عسقلانی اصابۃ میں لکھتے ہیں: کہ

جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے انکے درباروں میں بے مثل خطبے ارشاد کئے۔ تو ایسا لگتا تھا کہ خود مولا مرتضیٰ شیر خدا اپنی قبر انور سے تشریف لے آئے ہیں۔

واہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا آپ کے نام پہ قربان، آپ کے کردار پہ قربان، آپ کی جرات پہ قربان، آپ کی ہمت پہ قربان، آپ کی شجاعت و دلیری پہ قربان، آپ کی فصاحت و بلاغت پہ قربان غرضیکہ آپکے ایثار و قربانی پہ قربان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سامنے دریا میں جاتے ہوئے دیکھتی رہیں اور ساتھ ساتھ بھاگتی رہیں۔ لوگوں کو صندوق پکڑتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ فرعون کے دربار میں جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ مگر یہ نہ کہہ سکیں میں اسکی بہن ہوں۔ واہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا مدینے سے لے کر کربلا تک آپ نے اپنے بھائی کا

ساتھ بھی دیا۔ پھر اپنے لاڈلوں کو بھائی پر قربان کر دیا۔ اور بھائی کی قربانی دیکھنے کے بعد فرمانا۔ میں حسینؓ کی بہن ہوں۔ جو خطرہ ہے وہ میری طرف آئے۔ جس نے بات کرنی ہے وہ مجھ سے کرے۔ پھر دمشق میں دشمنوں کے درباروں میں حسینؓ کی بہن کہہ کر، خطبوں میں موتیوں کی لڑیاں بکھیر کر، دشمنوں کو احساس کرانا کہ تم نے کیا کر دیا ہے؟ کس کے ساتھ کر دیا ہے؟ اور اب کل قیامت میں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ جسکی بدولت دشمن اسکے بعد کوئی اور اقدام نہ کر سکا۔ اسی لئے قلندر لاہوری علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یک حسین رقم کرد و دیگرِ زینب

دنیا میں جس طرح امام حسینؓ کا کوئی مثل نہیں اسی طرح حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا بھی کوئی مثل نہیں ہے۔ آج تک لوگوں نے رب ہونے کے دعوے کئے جھوٹے نبی ہونے کے دعوے کئے۔ مگر کوئی ایک بھی یہ دعوی نہ کر سکا ہے اور نہ کرے گا۔ کہ میں حسینؓ ہوں؟ میں زینبؓ ہوں؟

اہل بیت سے بغض رکھنے والے کی نشانیاں:

قارئین: یقیناً نبی پاک ﷺ نے اہل بیت کے فضائل کے بارے میں جہاں بے شمار مقدس ارشادات فرمائے۔ وہاں اہل بیت کے ساتھ بغض رکھنے، انکے ساتھ دشمنی رکھنے والے کے بارے میں ارشاداتِ عظیمہ فرمائے۔ تاکہ ان کی پہچان میں غلطی نہ لگے۔ چنانچہ امام دیلمی لکھتے ہیں:

عن علی قال :قال رسول الله ﷺ : من لم يعرف حق عترتی و الانصار و العرب فهو لاحدی ثلاث : اما منافق ، و اما لزنية ،

واما امرؤ حملت به امه لغیر طهر

البیہقی فی شعب الایمان، 2/232: رقم 45 الدیلمی فی مسند الفردوس، 3/626، رقم 1614

الذھبی فی میزان الاعتدال 3/148، رقم 5955)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے اہل بیت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے۔ تو اس میں سے تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے۔ یا تو وہ منافق ہے۔ یا وہ حرامی ہے۔ یا وہ ایسا آدمی ہے۔ جس کی ماں بغیر طہر کے اس سے حاملہ ہوئی ہو۔

حضرت محبوب بن ابی الزنادؓ بیان کرتے ہیں

قالت الانصار: ان کنا لنعرف الرجل الی غیر ابیہ ببغضہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انصار رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک ہم کسی شخص کے حرامی ہونے کی شناخت سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ بغض سے کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 287، 288)

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہے:

کنا ننور اولادنا بحب علی بن ابی طالب، فاذا رأینا احدأ لا یحب علی بن ابی طالب علمنا انہ لیس منا و انہ لغیر رشدہ

ہم اپنی اولاد کو حضرت علی بن ابی طالبؓ کی محبت سے منور کرتے تھے۔ پس جب ہم کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ علی بن ابی طالبؓ سے محبت نہیں کرتا۔ تو ہم جان لیتے کہ وہ ہم میں سے نہیں اور وہ صحیح النسب نہیں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 287)

اسی حقیقت کو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شیخ امام جعفر صادقؓ نے بھی بیان فرمایا ہے: چنانچہ امام ابو السعادات ابن اثیر الجزری، علامہ طاہر پٹنی رقمطراز ہیں:

وفی حدیث جعفر الصادق رضی اللہ عنہ: لا یحب اهل البیت المذعذع، قالوا: وما المذعذع؟ قال: ولد الزنا

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا: ہم اہل بیت سے محبت نہیں کرے گا جو مذعذع ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا: مذعذع کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: ولد الزنا

(النھایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر الجزری ج 2ص 149 مادۃ: نکس، مجمع بحار الانوار ج2ص239، لغات الحدیث لوحید الزمان ج2ص18)

امام ابوالسعادات ابن اثیر الجزری رقمطراز ہیں:

وفی حدیث جعفر الصادق: لا یحبنا ذو رحم منکوسۃ، قیل: هو المابون لانقلاب شهوته الی دبره

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا: ہم سے محبت نہیں رکھے گا۔ جو اوندھا پڑا کرتا ہے۔ یعنی مفعول۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ معبون اسے کہتے ہیں جسکی شہوت بدلا کر اسکے دبر میں رکھ دی گئی ہے۔

(النھایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر الجزری ج 5ص 101 مادۃ: نکس، مجمع بحار الانوار ج4ص806، لغات الحدیث لوحید الزمان ج4ص412)

شجرہ ملعونہ کون؟

الشجرۃ الملعونۃ کے تحت امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے۔ کہ امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے مروان بن الحکم سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیرے باپ اور دادا کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ تم قرآن میں الشجرۃ الملعونۃ ہو۔

اسی طرح امام نسائیؒ لکھتے ہیں: کہ جب مروان نے حضرت عبد الرحمان بن ابی بکرؓ کو الزام دیا تو جواباً حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا:

ولكن رسول الله لعن ابا مروان و مروان فی صلبه فمر اون فضض من لعنة الله

لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی تھی۔ درآنحالیکہ مروان اس کی پشت میں تھا۔ لہذا مروان اللہ کی لعنت کا ٹکڑا ہے۔

(تفسیر النسائی ج 2 ص 290 رقم 551/ المستدرک ج 4 رقم 8530 / السنن الکبری للنسائی ج10 ص 257 رقم 11427 /تفسیر ابن کثیر گ 4 ص 172)

اور پھر امام ابو یعلی لکھتے ہیں

حضرت ابو یحی بیان کرتے ہیں کہ میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے درمیان تھا۔ اور مروان ان دونوں کے درمیان تھا اور مروان ان دونوں کو سب وشتم کر رہا تھا' اور حضرت امام حسن مجتبی ؓ امام حسین علیہ السلام کو روک رہے تھے۔ کہ اچانک مروان نے بکواس کی: اہل بیت ملعون ہیں۔ اس پر امام حسن ؓ نے غضبناک ہو کر فرمایا:

اقلت : اهل بيت ملعونون ؟ فو الله لقد لعنك الله على لسان نبيه علیہ السلام و انت فی صلب ابيك

کیا تو کہتا ہے کہ اہل بیت ملعون ہیں؟ اللہ کی قسم! اللہ تعالی نے تجھ پر اپنے نبی کی زبان سے لعنت فرمائی تھی۔ جبکہ تو اپنے باپ کی پشت میں تھا۔

(مسند ابو یعلی ج 6 ص 28 رقم 6731 / مجمع الزوائد ج 5 ص 240 / البدایہ والنھایہ ج 6 ص 11)

عبدالملک بن مروان کے مطابق یزید ''مفعول لوطی'' تھا:

وقال ابن جريج عن ابيه حج علينا عبدالملك بن مروان سنة خمس وسبعين بعد مقتل ابن الزبير بعامين، فخطبنا فقال فانه كان من قبلی من الخلفاء یاكلون من المال ويو كلون وانی والله لا

اداوی ادواء هذه الامة الا بالسیف ....ولا الخلیفة المأبون یعنی یزید بن معاویة (البدایہ والنھایہ۔ابن کثیر۔ج9، ص215)

ابن جریج نے اپنے باپ سے روایت کی۔کہا کہ عبدالملک بن مروان ہمارے پاس آیا۔سنہ 75ء میں (حضرت) ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے دو سال بعد۔پس اس نے ہمیں خطبہ دیا۔تو کہا کہ بے شک میرے سے پہلے خلفاء مال میں سے کھاتے اور کھلاتے بھی تھے۔اور بے شک اللہ (عزوجل) کی قسم میں اس امت کا صرف تلوار سے علاج کروں گا۔اور نہ ہی خلیفہ مفعول لوطی catamite یعنی یزید بن معاویہ ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی کوڑوں کی سزا (یزید کو امیرالمومنین کہنے والے کو)

نوفل بن ابی الفرات کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس بیٹھا تھا۔کہ مجلس میں ایک شخص نے یزید کا یوں ذکر کیا :

امیرالمومنین یزید بن معاویہ۔

فرمایا: تو اسے امیرالمومنین کہتا ہے!

حکم دیا اسے سزا دی جائے۔چنانچہ اسے بیس کوڑے لگائے گئے

(الصواعق المحرقہ: للامام ابن حجر، 221۔تاریخ الخلفاء۔للسیوطی)

پانچ ناپاک

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (القلم 13)

ذلكَ زنیم (یعنی جو اپنے باپ کی پشت میں سے نہ ہو) کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے مندرجہ ذیل پانچ لوگوں کا ذکر کیا۔

ویحمل ماجاء فی الروایات من انه الولید بن مغیرة المخزومی وکان دعیاً فی قریش لیس من سنخهم ادعاه ابوه بعد ثمانی عشرة من مولده او الحکم طرید رسول اللہ ﷺ او الا خنس بن شریق وکان اصله من ثقیف وعداده فی زهرة او الاسود بن عبد یغوث او ابو جهل علی بیان سبب النزول وقیل فی ذلک ان المراد زمه بما تقدم وهو کما تری فتامل فلعلک تظفر بما یریح البال ویزیح الاشکال ۔ (تفسیر روح المعانی۔علامہ محمود آلوسی بغدادی)

اور یہ جو روایات آئی ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ (وہ شخص جس نے آپ کو (معاذ اللہ) مجنون کہا تھا) وہ ولید بن مغیرہ مخزومی تھا اور وہ اپنے آپ کو قریش کی طرف منسوب کرتا تھا ۔اور وہ واقع میں قریش میں سے نہیں تھا۔اس کے باپ نے اسکی اٹھارہ سال کی عمر کے بعد یہ دعوی کیا تھا کہ یہ اسکا بیٹا ہے۔

یا

(اس سے مراد) حکم (بن العاص) تھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مدینہ) شہر سے نکال دیا تھا۔

یا

(اس سے مراد) اخنس بن شریق تھا۔اسکی اصل ثقیف تھی۔اور اسکا شمار زہرہ میں ہوتا تھا۔

یا

(اس سے مراد) الاسود بن عبد یغوث تھا

یا

(اس سے مراد) ابو جہل تھا

حضور پرنور نبی کریم رؤف الرحیم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک واقع ہونے والے تمام فتنوں کی تفصیلات بیان فرمائیں اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کے بھیانک فتنے سے بھی امت کو آگاہ فرمایا۔اس سلسلے میں ایک سے زائد احادیث شریفہ وارد ہیں۔بعض روایات میں اشارۃً ذکر ہے اور بعض میں صراحۃً، کہ امت میں سب سے پہلے فساد برپا کرنے والا سنتوں کو پامال کرنے والا، دین میں رخنہ اور شگاف ڈالنے والا بنوامیہ کا ایک یزید نامی شخص ہوگا۔

تیسری صدی ہجری کے جلیل القدر محدث امام ابویعلیٰ (متوفی ۳۰۷ھ) نے اپنی مسند میں سند کے ساتھ حدیث شریف روایت کی ہے

عن ابی عبیدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمه رجل من بنی امیة یقال له یزید

حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا معاملہ عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔یہاں تک کہ سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا۔جس کو یزید کہا جائے گا۔

(مسند ابویعلی، مسند ابوعبیدہ) ونیز ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے اپنی کتاب البدایہ والنھایہ ج6ص256 میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔اور امام ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ ص132 میں نقل فرمایا ہے۔

امام ابن حجر مکی نے اس سلسلے کی مزید ایک روایت ''الصواعق المحرقہ'' میں ذکر فرمائی ہے:

عن ابی الدردا رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید

حضرت ابوالدردا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا۔وہ بنوامیہ کا ایک شخص

ہوگا۔جس کو یزید کہا جائے گا۔

(اسکو ابن کثیر نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت سے نقل کیا)

بخاری شریف کتاب الفتن (رقم 7058) میں حدیث پاک ہے

حدثنا عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃ فی مسجد النبی ﷺ بالمدینۃ ومعنا مروان قال ابو ھریرۃ سمعت الصادق المصدوق ﷺ یقول: ھلکۃ امتی علی ایدی غلمۃ من قریش فقال مروان :لعنۃ اللہ علیھم غلمۃ فقال ابو ھریرۃ لو شعت ان اقول بنی فلان وبنی فلان لفعلت فکنت اخرج مع جدی الی بنی مروان حین ملکوا بالشام فاذا راھم غلما نا احدثا قال لنا عسی ھو لاء ان یکونوا منھم قلنا انت اعلم۔

عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید اپنے دادا عمرو بن سعیدؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد شریف میں حضرت ابوھریرہؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور مروان بھی ہمارے ساتھ تھا۔حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا: میں نے حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔مروان نے کہا: اللہ تعالی ایسے لڑکوں پر لعنت کرے۔حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا اگر میں کہنا چاہوں کہ وہ بنی فلاں اور بنی فلاں ہیں۔تو کہہ سکتا ہوں۔حضرت عمرو بن یحیی کہتے ہیں میں اپنے دادا کے ساتھ بنی مروان کے پاس گیا۔جبکہ وہ ملک شام کے حکمران تھے۔پس انھیں کم عمر لڑکے پائے تو ہم سے فرمایا: عنقریب یہ لڑکے ان ہی میں سے ہونگے۔ہم نے کہا آپ بہتر جانتے ہیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔

واولھم یزید علیه ما یستحق

اور ان میں سب سے پہلا لونڈا یزید ہے۔ خدا کرے اس پر جس کا وہ مستحق ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ ج24 ص180)

اسی طرح شارح بخاری صاحب فتح الباری حافظ احمد بن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حضرت ابوھریرہؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وفی روایة ابن ابی شیبة ان اباھریرة کان یمشی فی السوق ویقول اللھم لا درکت سنة ستین ولا امارة الصبیان وفی ھذا اشارة الی ان اول الاغیلمة کان فی سنة ستین وھو کذالك فان یزید بن معاویة استخلف فیھا وبقی الی سنة اربع وستین فمات

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ بازار میں چلتے ہوئے بھی یہ دعا کرتے اے اللہ! سن ساٹھ ہجری اور لڑکوں کی حکمرانی مجھ تک نہ پہنچے۔ اس بات میں اس طرف اشارہ ہے کہ پہلا لڑکا جو حکمران بنے گا۔ وہ 60ھ میں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یزید بن معاویہ اسی سال تخت حکومت پر مسلط ہوا۔ اور 64ھ تک رہ کر ہلاک ہوا۔

اب میں دعوت فکر دیتا ہوں کہ ذرا سب سے پہلی بات سوچئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت ابو ہریرہؓ کو تو علم ہو کہ سن 60 میں کیا ہونے والا ہے اور کون لوگ (جیسا کہ اوپر کی روایت میں ہے) کرنے والے ہیں۔ مگر جو دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سواری کرنے والا ہو، جنت کا سردار ہو۔ فرض نمازوں میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کرنے والا ہو اسکو پتہ نہ ہو؟ دوسری بات

حضرت ابو ہریرہ ؓ اس فتنے سے بچنے کی دعا مانگا کرتے۔ مگر شہزادہ رسول ﷺ، شہزادہ بتول علیہ السلام، مولا علی علیہ السلام کے دُرنایاب حضرت امام حسین علیہ السلام نے علم ہونے کے باوجود کبھی فتنے سے بچنے کے لئے دعا نہیں مانگی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میرا مشن اس فتنے سے بے مثل طریقے سے ٹکرا کر ہمیشہ کے لئے حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا ہے۔

سید الشہداء، شاہسوار کربلا، راکبِ دوشِ مصطفی ﷺ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعہ جانکاہ کی وجہ سے اہل مدینہ یزید کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور صحابی ابن صحابی حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ کے ہاتھ پر جب انہوں نے بیعت کر لی۔ تو یزید پلید نے ایک فوج مدینہ طیبہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کی جس نے اہل مدینہ پر حملہ کیا اور اسکے تقدس کو پامال کیا۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ نے اہل مدینہ سے روح پرور خطاب کیا۔ اور اس میں یزید کی خلافِ اسلام عادات و اطوار کا ذکر کیا۔ جیسا کہ محدث وقت محمد بن سعد ؒ (متوفی 230ھ) کی طبقاتِ کبریٰ ص 5 ص 66 میں اسکی تفصیل موجود ہے۔

اجمعوا علیء عبدالله بن حنظلة فاسندوا امرهم اليه فبايعهم على الموت وقال :يا قوم اتقوا لله وحده لا شريك له فوالله ماخرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمى بالحجارة من السماء ان رجلا ينكح الامهات والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلواة والله لولم يكن معى احد من الناس لابليت لله فيه بلاء حسنا

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے تادم زیست مقابلہ کرنے کی بیعت لی۔ اور فرمایا:

ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبکہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو جائے۔ وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں، بیٹیوں اور

بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے۔شراب نوشی کرتا ہے نماز چھوڑتا ہے۔اللہ کی قسم! اگر لوگوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہ ہو تب بھی میں اللہ کی خاطر اس معاملے میں شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاؤں گا۔

قارئین:

ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا تھا۔ یہ گواہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔کوئی عام راہ چلتا ہوا شخص نہیں ہے

اور اگر ابھی بھی دل نہیں مانتا۔تو لیجئے۔

یزید کا (نعوذ باللہ) حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو پیغام نکاح کی خواہش کرنا:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں

روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبداللہ نے کہا: کہ (نعوذ باللہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونگے ۔تو میں عائشہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا) کو چاہوں گا۔اور یہ آیت نازل ہوئی۔اور بعض کتب میں کہا گیا ہے کہ یزید شقی نے عائشہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا) کا طمع کیا، پس اس کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔اور وہ اس خواہش سے باز آگیا۔

(مدارج النبوت شریف۔باب پنجم۔ج 1۔ص 200) ابن اثیر (متوفی 630ھ) کی تاریخ کامل 51ھ کے بیان میں ہے۔

وقال الحسن بصری... سکیر خمیر ,یلبس الحریر ویضرب بالطنابیر

حضرت حسن بصریؒ یزید کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وہ انتہا درجے کا نشہ باز، شراب نوشی کا عادی تھا ریشم پہنتا اور طنبورے بجاتا۔